خواتین کے لئے درس قرآن ڈاٹ کام کا آن لائن میگزین

PAYAM-E-HAYA

ای میگزین

پیامِ حیاء

شمارہ نمبر
41

صفر المظفر 1446ھ
AUGUST 2024

جشنِ آزادی مبارک ہو

اسماعیل ہنیہ رحمۃ اللہ علیہ
ولادت سے شہادت تک

14th AUGUST
INDEPENDENCE DAY

وقت کی ضرورت

PAYAM-E-HAYA

صفحہ نمبر	مضامین
3	قرآن وحدیث
4	نعت (ساجدہ بتول)
5	یوم آزادی کیا کھویا کیا پایا (حضرت مولانا محمد اسماعیل ریحان صاحب)
8	جشن آزادی اور ہم (مفتی عبدالرحمن سعید)
9	صفر المظفر (فاطمہ سعید الرحمن)
10	وقت کی ضرورت (ابو محمد)
12	پاکستان کی جشن آزادی (عذرا خالد)
14	سیرت النبی ﷺ (زوجہ محمد اقبال)
15	وہ کیسی عورتیں تھیں (اسنیٰ بدر)
17	اسماعیل ہنیہ ولادت سے شہادت تک (ضیاء چترالی)
19	آزادی کے اغراض و مقاصد (بنت صدیقی کاندھلوی)
20	خوشیوں کا ساں (عمارہ فہیم)
22	خواتین کے مسائل (دارالافتاء الاخلاص)
23	میری ذات ذرہ بے نشان (ساجدہ بتول)
24	ہم اور ہمارا پاکستان (صدیقہ آسیہ)
26	ہم زندہ قوم ہیں پائندہ قوم ہیں (بیگم سیدہ ناجیہ شعیب)
28	خطرناک غلطیاں (بنت معراج)
29	امانت دداری (سیمار ضوان)
30	قیام پاکستان میں علماء حق کا کردار (بنت احمد)
31	یوم آزادی (ڈاکٹر خنساء)
34	آزادی کی قدر کریں (صبا شوکت)
35	اے ارض وطن، نظم (مولوی سید ممتاز علی)
36	اسلام اور مسلمان (عائزہ چوہدری)
37	دُرِّ خلد (میمونہ محمد عظیم)
39	پکوان (اُم حسن، عائشہ نعیم)
40	ذرا مسکرائیں

پیام حیاء ٹیم

مدیر اعلیٰ: مولانا محمد اسماعیل ریحان صاحب
نائب مدیر: مفتی عبدالرحمن سعید
ایڈمن وایڈیٹر: فاطمہ سعید الرحمن
معاونات: سیمار ضوان۔ عمارہ فہیم
ناجیہ شعیب احمد۔ عذرا خالد

Published at
www.Darsequran.com

القرآن

اور کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ کس طرح اللہ خلق کی ابتدا کرتا ہے، پھر اسے دہرائے گا، بے شک یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔ کہہ زمین میں چلو پھرو، پھر دیکھو اس نے کس طرح خلق کی ابتدا کی، پھر اللہ ہی دوسری پیدائش پیدا کرے گا، یقیناً اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔

(سورہ العنکبوت، آیت: ۱۹،۲۰)

الحدیث

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

"کہ چھوت لگنا، بد شگونی لینا، الو کا منحوس ہونا اور صفر کا منحوس ہونا یہ سب لغو خیالات ہیں"

(صحیح بخاری، حدیث 5707)

نعت رسولِ مقبول ﷺ

دل کے ہیں بدلے میں پائے محمد

جو دنیا میں تشریف لائے محمد
تو تھے نور میں تب نہائے محمد

تھا معراج میں قاب قوسین مقصود
تو تنہا ہی رب نے بلائے محمد

صحابہ ہیں غمخوار آنے نہ دیں گے
اکیلے ہی طائف میں آئے محمد

زمانے کو درکار خوشبو تھی تو پھر
زمانے میں رب نے بسائے محمد

عبس نام کی رب نے سورت اتاری
تھی ایسی حسیں کچھ ادائے محمد

علیلِ مدینہ ہوں مت دو دوا تم
مری بس دوا ہے دوائے محمد

زباں کو درودوں سے ہم تر رکھیں جو
ملے گی ہمیں پھر شفائے محمد

جفائے زمانہ کا کچھ غم نہیں ہے
مجھے تو ملی ہے وفائے محمد

ہوا چاند دو لخت ان کی ادا سے
ذرا سی جو انگلی ہلائے محمد

ملے گی رضا رب کی پھر ہم کو یونہی
اگر پائیں ہم جو رضائے محمد

فرشتے تھے جب دے رہے ان کو جھولے
تو شفقت سے پھر مسکرائے محمد

جو دنیا میں تشریف لائے محمد
تو تھے نور میں تب نہائے محمد

اتارا ہے شاہوں کی خلعت کو اس نے
جسے مل گئی ہے قبائے محمد

ہیں لکھے یہ اشعار خوں سے تو لیکن
پڑھیں گے کہاں اس کو ہائے محمد

بتول اپنی قسمت پہ جاؤں میں قرباں
کہ دل کے ہیں بدلے میں پائے محمد

ساجدہ بتول

مولانا محمد اسماعیل ریحان صاحب

یومِ آزادی
کیا کھویا کیا پایا

قیامِ پاکستان کو ۷۷ سال پورے ہو چکے ہیں اور اب ۷۸واں سال شروع ہو رہا ہے۔ آزادی کا ہر سال گزرنے اور ایک نئے سال میں قدم رکھنے کو ہم "یومِ آزادی" کے طور پر بڑی دھوم دھام سے مناتے ہیں۔ پرچم کشائی ہوتی ہے، بینڈ بجتا ہے، پریڈ ہوتی ہے، خصوصی پروگرام نشر ہوتے ہیں، جھنڈیاں لگتی ہیں، چراغاں ہوتا ہے۔ سب کچھ ہوتا ہے اور ہر سال ہوتا ہے۔ اگر نہیں ہوتا تو اپنے اعمال کا محاسبہ جو سب سے زیادہ ضروری امر ہے۔ اگر دل کے کانوں کو کھولا جائے تو ہر سال یوم آزادی یہ سوال کرتا سنائی دے گا کہ ان ۷۷ سالوں میں ہم نے کیا کھویا کیا پایا؟

قیام پاکستان ایک زمین کا ٹکڑا حاصل کرنے کے لیے نہیں تھا۔ یہ اسلامی عقیدے، نظریے اور قانون کی ترویج کے لیے ایک مثالی مملکت بنانے کا خواب تھا جو مسلمانانِ برصغیر کئی نسلوں سے دیکھتے آئے تھے۔ وہ برصغیر جہاں ایک ہزار برس تک مسلمانوں نے نہایت آن بان سے حکومت کی۔ ابھی پہلی صدی ہجری نہ گزرنے پائی تھی کہ محمد بن قاسم نے یہاں اسلامی حکومت کی بنیاد رکھ دی۔ محمود غزنوی نے یہاں سومنات پر توحید کا جھنڈا لہرایا۔ شہاب الدین غوری نے یہاں پرتھوی کے قلعہ جبر واستبداد کی اینٹ سے اینٹ بجائی۔ قطب الدین ایبک نے یہاں دہلی میں مرکزی حکومت قائم کی اور وہ قطب مینار تعمیر کرایا جسے سات سو سال تک برصغیر کی سب سے بلند عمارت ہونے کا اعزاز حاصل رہا۔ یہی وہ برصغیر ہے جہاں شمس الدین التمش جیسے حکمران تھے جن کی کبھی تہجد تک قضا نہیں ہوئی تھی اور عمر بھر جن کی نگاہ غیر محرم کے چہرے پر نہیں پڑی۔ یہاں غیاث الدین بلبن جیسے پر شکوہ بادشاہ بھی گزرے جو پاک پٹن میں بابا فریدالدین گنجِ شکر جیسے درویش کی کٹیا میں حاضری دیتے اور ان کے انکار پر ساتھ لائے ہوئے زر و جواہر فقیروں اور غریبوں پر نچھاور کر دیتے۔

اس خطۂ زمین نے تغلق اور لودھی خاندان کے فرمانروا بھی دیکھے اور مغلوں کا جاہ و جلال بھی ملاحظہ کیا۔ اگر یہاں اکبر جیسے بے دین بادشاہ مسلط ہوئے تو شاہ جہاں اور عالمگیر جیسے دین پرور بھی سریر آرائے سلطنت ہوئے۔ بادشاہی مسجد لاہور، شاہ جہانی مسجد ٹھٹہ، لال قلعہ دہلی، شاہی قلعہ لاہور، تاج محل آگرہ اور فتاویٰ عالمگیری آج بھی گواہ ہیں کہ ایک دور یہاں مسلمانوں ہی کا طوطی بولتا تھا اور تخت سے لے کر جھونپڑی تک ہر طرف اسلام کا دور دورہ تھا۔

مگر پھر برطانوی سامراج کے منحوس سائے اس دھرتی پر پڑے۔ مسلمان انتشار کا شکار ہو کر ان کے سامنے مدافعت سے عاجز رہے۔ غداروں نے گھر کا بھیدی بن کر

لنکا ڈھائی، سراج الدولہ اور ٹیپو جیسے جیالے میر جعفر اور میر صادق کی سازشوں کا شکار ہو کر شہید ہوئے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی، سامراج سے نجات پانے کی آخری مسلح کوشش تھی جو ناکام رہی۔ دہلی سے میرٹھ تک آزادی کے پروانوں کی لاشیں ہر درخت سے لٹکی نظر آئیں۔ برصغیر کے پہلے اردو اخبار کے ایڈیٹر مولوی محمد باقر سمیت سینکڑوں علماء کو توپوں کے دھانوں سے باندھ کر اڑا دیا گیا۔ لال قلعہ سرنگوں ہوا اور آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کی قبر رنگون کے گمنام گوشے میں بنی۔

ذلت و نکبت کے اس دور میں بھی مسلمان مایوس نہ ہوئے اور زوال کی اس کھائی سے نجات کی راہ کھوجتے رہے۔ شیخ الہند مولانا محمود حسن کی تحریکِ ریشمی رومال، تحریکِ خلافت اور تحریکِ ہجرت جیسے کئی تجربات ہوئے جو کامیابی سے ہم کنار نہ ہو سکے۔ رفتہ رفتہ مسلمانوں کی قوتِ عمل بتدریج جوش سے ہوش کے سانچے میں ڈھلتی چلی گئی۔ ان کا سیاسی تجربہ گہرا ہوا اور انہوں نے نئے ڈھب پر اپنی تحریکوں کو منظم کیا۔ کسی نے کانگریس کے ساتھ شمولیت اختیار کر کے انگریز سرکار پر دباؤ ڈالا۔ کسی نے مسلم لیگ کا ساتھ دے کر مسلمانوں کی الگ نمائندگی کا پرچم بلند کیا۔ کسی نے احرار کی شکل میں آزادانہ طور پر انگریز کے خلاف سیاسی جنگ شروع کی۔

ان کوششوں کے نتیجے میں آخرکار برطانوی سامراج کو برصغیر چھوڑنا پڑا اور ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان اور بھارت دو ملک معرضِ وجود میں آئے۔ ایک کے بانی محمد علی جناح تھے جن کا کہنا تھا کہ اس مملکت کو اسلام کی تجربہ گاہ بنایا جائے گا۔ دوسرے کے بانی گاندھی اور پنڈت نہرو تھے جو بظاہر سیکولرازم کے علمبردار تھے۔ مگر تقسیمِ ہند کے فوراً بعد مسئلہ کشمیر پر تنازعے اور وہاں بھارتی افواج کے غاصبانہ قبضے نے واضح کر دیا کہ بھارتی نیتا ہندو فاشزم پر یقین رکھتے ہیں اور اشوک کے نقشے پر اکھنڈ بھارت کے قیام کا خواب دیکھ رہے ہیں۔ اسی خواب کی تعبیر حاصل کرنے کے لیے ۱۹۶۵ء میں پاکستان پر جنگ مسلط کی گئی جو ہم نے زمین پر جیت لی مگر تاشقند معاہدے میں بازی ہار دی۔

ہم بہت جلد اپنے مقصد کو بھول بھال کر باہم سر پھٹول میں مشغول ہو گئے۔ اس کا گریبان اس کے ہاتھ میں اور اس کا دامن اس کے چنگل میں۔ پارٹی بازی، لسانی منافرت، فرقہ ورانہ لڑائیاں، دہشت گردی، سیاست دانوں کی خرمستیاں، فوجی بغاوتیں، اوپر سے نیچے تک کرپشن، عدالتوں کی بے وقعتی، انصاف کا خون، تعمیر کی جگہ تخریبی ذہن کی پرورش، مثبت کی جگہ منفی سوچ کا فروغ، امن و امان اور تحفظ کی بجائے خوف و دہشت اور خون ریزی و سفاکی کے جراثیم کی پرورش... کسی قوم کی تباہی کا کونسا سامان ہے جو ہم نے نہیں کیا۔ ہمارے انہی کرتوتوں کی وجہ سے مشرقی اور مغربی پاکستان الگ ہوئے۔ ہم نے کرپشن میں ساری قوموں کو پیچھے چھوڑ دیا۔ ہمارے ہاں دھاندلی نے تمام ریکارڈ توڑ دیے۔ ہم نے ہارس ٹریڈنگ اور لوٹا کریسی جیسی اصطلاحات رائج کیں اور قوم کے

سر بار بار شرم سے جھک جھک گئے۔ ہمارے حکام اور وزراء کی عیش سامانیاں دیکھ کر امریکہ اور روس جیسے متمول ممالک کے حکمران انگشت بدنداں رہ گئے۔

مشرقی پاکستان کی علیحدگی تو پرانی بات ہوئی اب تو ملک میں جگہ جگہ علیحدگی پسند تحریکیں پنپ رہی ہیں۔ کراچی ابھی تک کرائے کے قاتلوں کی گرفت میں ہے۔ قانون کے محافظ اپنی وردی کی حفاظت سے عاجز ہیں اور چند دہشت گرد انہیں لاٹھی سے ہانک رہے ہیں۔ بلوچستان کا محاذ بار بار گرم ہوتا ہے۔ پاک بھارت سرحدیں تو ہمیشہ خطرے کی زد میں رہی ہیں مگر اب پاک افغان سرحدات بھی محفوظ نہیں۔ یہ سب ہمارے مقتدر طبقے کے غلط فیصلوں اور عاقبت نااندیشی پر مبنی فیصلوں کا کیا دھرا ہے۔

یہ ہے وہ نقشہ جو آزادی کے ۷۷ سال گزرنے اور ۷۸ ویں سال کے شروع ہونے پر ہمارے سامنے ہے۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ پاکستان اس لیے حاصل کیا گیا تھا کہ یہاں اباحیت و لادینیت کو فروغ ملے، پچاس لاکھ کے لگ بھگ مسلمان اس لیے ہجرت کر کے یہاں آئے تھے کہ یہاں دین داروں کے گرد گھیرا تنگ کیا جائے اور امریکا سے مراسم عاطفت بڑھائے جائیں۔ دس لاکھ سے زائد مرد و زن نے بے گور و کفن موت اس لیے قبول کی تھی کہ اس ملک میں مسلمان مسلمان کو بموں کا نشانہ بنائے۔

مگر آج یہی کچھ ہمارے سامنے ہے۔ پس ایک رسمی تہوار منا کر ہم اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں یا دنیا کو۔ دنیا تو دھوکہ نہیں کھائے گی۔ کیونکہ ہم کتنے پانی میں ہیں سب جانتے ہیں۔ ہمارا بال بال قرض میں جکڑا ہوا ہے اور عالمی ادارے امداد کے نام پر ہماری پالیسیوں پر مسلط ہیں۔ آزادی کی صورت تو ہمیں ملی مگر اس کی حقیقت سے ہم اب بھی کوسوں دور ہیں۔ پس یہ دن خود فراموشی کا نہیں، اپنی حالت کا جائزہ لینے اور اپنا احتساب کرنے کا ہے، تجدیدِ عزم اور عبرت کا ہے۔ رنگ رلیاں منانے کی بجائے اگر ہم اس دن کو یوم دعا کے طور پر گزاریں اور اللہ سے اپنے انفرادی و اجتماعی گناہوں کی معافی چاہیں تو عجب نہیں کہ اس کی رحمت آج اس کس مپرسی کی حالت میں ہمیں سہارا دے دے اور ہم اس مکمل تباہی سے بچ جائیں جس کی آگ ہم نے خود اپنے ہاتھوں لگائی ہے۔

جشنِ آزادی اور ہم

مفتی عبدالرحمن سعید

درس قرآن ڈاٹ کام کے ای میگزین پیام حیاء کو ہم نے وطن عزیز کی سالگرہ کے پُر مسرت موقع پر اگست شمارے کو پیش کیا ہے۔اور مجھے نائب مدیر کا اعزاز ملا جس پر شکر گزار ہوں۔میرا موضوع ہے" جشن آزادی اور ہم"

ہمارے لیے 14 اگست محض ایک تاریخ نہیں ہے۔بلکہ 14 اگست وہ امانت ہے جو میرے پورکھوں نے لاکھوں قربانیاں دینے کے بعد ہمارے حوالے کی ہے۔اور ہمیں بنا کسی قربانی کا دریغ کیے اسے اگلی نسلوں تک منتقل کرنا ہے۔14 اگست وہ تشخص ہے جو ہمیں ساری دنیا سے جدا مقام دیتا ہے۔14 اگست وہ سحر ہے جس کی تلاش میں کئی ستارے ڈوب گئے۔14 اگست وہ پیغام ہے جسے ہم تک پہنچانے کے لیے نجانے کتنے قاصد راستوں کی دھول ہو گئے۔ہمارے لیے 14 اگست محض ایک تاریخ نہیں ہے۔

ملا نہیں وطنِ پاک ہم کو تحفے میں
جو لاکھوں دیپ بجھے ہیں تو یہ چراغ جلا

14 اگست کا دن ہمارے سال کے تین سو پینسٹھ دنوں کا سردار دن ہے۔یہ دن ہے تو ہماری عیدیں ہیں، یہ دن ہے تو میری خوشیاں ہیں، یہ دن ہے تو سب بہاریں ہیں، یہ دن ہے تو سب نظارے ہیں،

یہ مملکت خداداد محض ایک ملک نہیں ہے، یہ حضرتِ اقبال کے خوابوں کی تعبیر ہے، یہ قائد اعظم کے سارے جذبوں کی تصویر ہے، یہ کاتب تقدیر کی اک انمٹ سی تحریر ہے، صد شکر ہے میرے مولا کا، میرے پاس پاکستان ہے، اسی انمول تحفے کے لیے رب ذوالجلال کا شکر ادا کرنے کو یہ دن منایا جا رہا ہے جسے جشن آزادی یا یوم آزادی کا نام گیا ہے۔

آج کے دن ہمیں اپنے آباء و اجداد کی بے مثال قربانیوں کو بھی خراج عقیدت پیش کرنا ہے اور اس بے پایاں رحمت ایزدی پر سجدہ شکر بھی ادا کرنا ہے۔ ہمیں ان ماؤں کے بیٹوں کو خراجِ محبت پیش کرنا ہے

آخر میں میں بصد رنج و ملال یہ عرض کرنا چاہوں گا/گی کہ وطن عزیز اس وقت اپنی تاریخ کے نازک ترین دور سے گزر رہا ہے۔کچھ ہماری اپنی نادانیاں ہیں اور کچھ دشمنوں کی ریشہ دوانیاں۔ہر طرف بھوک، افلاس کے ڈیرے ہیں۔گھمبیر اندھیرے ہیں۔بڑی دور سویرے ہیں۔صنعت و حرفت، معیشت، تجارت۔ہر شعبہ خسارے میں ہے۔بھائی بھائی کا گلا کاٹ رہا ہے۔سیاسی، لسانی اور مذہبی اختلافات نے شدت پسندی کو فروغ دینا شروع کر دیا ہے۔

ہمیں پھر ابھرنا ہے، اپنی آن بان کی خاطر، پھر اپنی پہچان کی خاطر، پیارے پاکستان کی خاطر۔ہم کو یہ شعلے نہیں، چاہت کی شبنم چاہئے۔ہم کو یہ خنجر نہیں، زخموں کا مرہم چاہئے۔مستقل نفرت کے بدلے، عشقِ پیہم چاہئے۔متحد ہو کر جئیں، تو ایک طاقت ہم بھی ہیں۔

گر سلامت یہ وطن ہے، تو سلامت ہم بھی ہیں

صفر المظفر

فاطمہ سعید الرحمن

اسلامی ثقافت اور عقائد کے مطابق 12 مہینوں کے قمری کیلنڈر کا ہر مہینہ نئے چاند سے شروع ہوتا ہے۔ ہجری مہینوں میں صفر کا مہینہ اہم ترین مہینوں میں سے ایک ہے۔ کیلنڈر میں یہ دوسرا مہینہ ہے اور اس کا مطلب خالی ہے۔ علماء کے نزدیک زمانہ جاہلیت کے دور میں اس ماہ میں لوگ اپنے گھر خالی کر کے کھانا کٹھا کرنے نکلتے تھے۔ صفر محرم کے بعد آتا ہے اور اس کا نام مکہ مکرمہ کے خالی ہونے کے بعد رکھا گیا ہے جب حجاج کرام اپنا سفر مکمل کر لیتے ہیں۔ ایک اور کہانی کے مطابق صفر کا نام اس لیے دیا گیا کہ اس وقت کے آس پاس لوگ کسی قبیلے پر حملہ کرتے، ان کا سامان لے جاتے اور انہیں خالی ہاتھ چھوڑ دیتے۔

ماہ صفر منحوس مہینہ نہیں ہے

اہل علم کے مطابق ماہ صفر کے بارے میں عربوں میں غلط تصورات تھے اور اس ماہ میں عمرہ کرنے کو وہ ناگوار سمجھتے تھے۔ بہت سے لوگ اس مہینے میں شادی کرنے سے ڈرتے ہیں حالانکہ قرآن مجید میں ایسی بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ علماء کا ماننا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی منحوس مہینہ پیدا نہیں کیا۔ آنے والی آفات یا مصیبتیں انسان کو اللہ کے قریب کر دیتی ہیں۔ یہ لوگوں کو خدا ترس اور اللہ تعالیٰ کا پابند بناتی ہیں۔

ماہِ صفر سے متعلق بعض عوام میں مختلف قسم کے غلط عقائد عوام میں رائج ہیں، بعض لوگ ماہِ صفر کو منحوس سمجھتے ہیں، اور اس ماہ کو بلاؤں اور سرکش شیاطین (جنات) کے زمین پر اترنے کا مہینہ سمجھا جاتا ہے، اسی وجہ سے صفر کے مہینہ میں شادی بیاہ کرنے اور سفر وغیرہ کرنے سے اجتناب کیا جاتا ہے،، حال آں کہ خود نبی کریم ﷺ نے واضح طور پر ماہ صفر کے منحوس ہونے کی بالکل نفی فرمائی ہے، چنانچہ بخاری شریف میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے:

”(اللہ تعالی کے حکم کے بغیر) ایک شخص کی بیماری دوسرے کو (خود بخود) لگ جانے (کا عقیدہ)، ماہِ صفر (کے منحوس ہونے کا عقیدہ) اور (ایک مخصوص) پرندے کی بدشگونی (کا عقیدہ) ان سب باتوں کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔"

اسی طرح بعض لوگوں میں یہ عقیدہ بھی رائج ہے کہ وہ ماہِ صفر کے آخری بدھ کو بہت بابرکت سمجھتے ہیں اور اسی وجہ سے ماہِ صفر کے آخری بدھ کو روزے، مخصوص نمازوں اور مخصوص صدقہ خیرات کرنے کا اہتمام بھی کرتے ہیں، اور ماہِ صفر کے آخری بدھ کو خوشی بھی مناتے ہیں، خوشی منانے کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ ماہِ صفر کے آخری بدھ کو آپ ﷺ نے غسلِ صحت فرمایا تھا، حال آں کہ روایات سے پتا چلتا ہے کہ ماہِ صفر کے آخری بدھ کو رسول اللہ ﷺ کو شفا نہیں ملی تھی، بلکہ آپ ﷺ کا مرض (مرض الوفات) انتہائی شدید ہو گیا تھا، لہٰذا اس دن خوشی منانا کافروں کا کام تو ہو سکتا ہے، مسلمانوں کا نہیں، لیکن بظاہر کفار نے ہی سازش کے ذریعہ مسلمانوں کو اپنے نبی ﷺ کے مرض بڑھنے والے دن خوشیاں منانے پر لگا دیا۔

صحیح البخاري (128/7):

یہ دَور مہارت چاہتا ہے، نیا فن یا ہنر ۱۰ گنا تیزی سے کیسے سیکھیں؟

قسط: ۱

ابو محمد

وقت کی ضرورت

طالب علمی کے دور ہی میں ایسا طالب علم بننے کی کوشش کیجئے جو اپنی "پاور" (صلاحیت یا مہارت) پر توجہ مرکوز کرے اور اسے اپ گریڈ کرتا رہے۔ عملی زندگی میں آپ "سپر ہیومن" بن سکتے ہیں۔

نیا فن یا ہنر سیکھنے کیلئے وقت اور صبر دونوں ہونے چاہئیں۔ تاہم، جب آپ کچھ نیا سیکھنے کا عہد کرتے ہیں تو آپ مستقبل میں نہ صرف اپنے بہتر کریئر کی جانب ایک قدم اٹھا رہے ہوتے ہیں بلکہ اپنی شخصیت سازی اور ذاتی ترقی پر بھی توجہ مرکوز کر رہے ہوتے ہیں۔ اپنی صلاحیتوں کی بنیاد پر آپ عملی زندگی میں بیک وقت کئی کام انجام دے سکتے ہیں۔ نیا فن یا ہنر سیکھنا ابتداء میں مشکل معلوم ہوتا ہے لیکن اگر آپ اس پر توجہ مرکوز کریں گے تو کم وقت میں اسے سیکھ لیں گے۔ دورِ حاضر میں "سپر ہیومن" وہی کہلاتا ہے جو وقت کے ساتھ اپنے آپ کو اپ گریڈ کرتا ہے لہٰذا آپ ایسا طالب علم بنئے جو طالب علمی کے دور ہی میں اپنی 'پاور' پر کام کرتا ہے اور جب عملی زندگی میں قدم رکھے تو متعدد پاور سے لیس 'سپر ہیومن' کہلا سکے۔

کوئی بھی نیا ہنر سیکھنے کیلئے ضروری ہے کہ آپ اس کیلئے روزانہ کم سے کم ایک گھنٹہ مختص کریں۔ ایسا نہ کرنے کی صورت میں آپ نئے ہنر میں ماہر نہیں ہو سکیں گے۔ جانئے کوئی بھی نیا ہنر ۱۰ گنا زیادہ تیزی سے سیکھنے کیلئے کیا کریں؟

اگلے دن کے منصوبے کا انحصار آج پر؛ اگر آپ ٹائم ٹیبل بنا لیں تو بیک وقت کئی چیزیں سیکھ سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر، تعطیلات میں طلبہ کے پاس کافی وقت ہوتا ہے لہٰذا آپ منصوبہ بنا سکتے ہیں کہ چھٹیوں میں میں یہ ۲ مہارت سیکھنا چاہوں گا۔ اب ان کیلئے آپ کو وقت مقرر کرنا ہو گا، جیسے صبح ۱۰ سے ۱۱ بجے یا دوپہر میں ۲ سے ۳ بجے، یا، اپنی سہولت سے آپ وقت کا انتخاب کر سکتے ہیں۔

مثال کے طور پر آپ نے فیصلہ کیا کہ آپ ایم ایس آفس میں مہارت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اس کیلئے آپ کو منتخب کرنا ہو گا کہ کون سا سافٹ ویئر سب سے پہلے سیکھیں گے، جیسے پاور پوائنٹ۔ اب آپ جو آج سیکھ رہے ہیں، وہ کل کیلئے ایک سیڑھی بننا چاہئے، یعنی آج سیکھی جانے والی بات کل کی بنیاد ہونی چاہئے تاکہ آپ سیڑھیاں طے کرتے ہوئے آگے بڑھتے رہیں۔ اس طرح آپ پہلے سیکھی ہوئی بات بھولیں گے نہیں۔ روزانہ اس کا اعادہ بھی ہو گا اور آپ آگے کا سبق بھی آسانی سے سیکھ سکیں گے۔

ایسے فرد کو تلاش کیجئے جو آپ کی رہنمائی کر سکے

واضح رہے کہ کوئی گائیڈ ہی بتا سکتا ہے کہ موجودہ صلاحیتوں کی بنیاد پر آپ کو نیا ہنر سیکھنے کیلئے کہاں سے شروعات کرنی ہے۔ اگر نیا فن یا ہنر سکھانے کیلئے براہ راست کوئی شخص مل جائے تو آپ کو کافی سہولت ہو گی لیکن اگر ایسا ممکن نہیں ہے تو آن

لائن ویڈیوز دیکھ کر بھی کوئی فن سیکھا جا سکتا ہے۔

روزانہ کا ہدف طے کیجئے

کوئی فن سیکھتے وقت ہدف طے کرنا بہت ضروری ہے۔مثال کے طور پر اگر آپ کوئی نئی زبان سیکھنا چاہتے ہیں تو روزانہ آپ کا ہدف مختلف ہو گا،جیسے کسی دن آپ اس کے حروف تہجی یاد کریں گے، کسی دن اس کے قواعد کے اصول پڑھیں گے، کسی دن اسی زبان کا ایک صفحہ پڑھیں گے، کسی دوسرے دن اس زبان میں ۵ منٹ کا کوئی ویڈیو دیکھیں گے۔خیال رہے کہ یہ آپ کے چھوٹے چھوٹے ہدف ہوں گے جن کی بنیاد پر آپ بڑے ہدف کی جانب بڑھیں گے۔

طویل مدتی ہدف

چھوٹے چھوٹے اہداف آپ کو طویل مدتی مقصد کی طرف لے جائیں گے ،یعنی آپ نئی زبان سیکھیں گے اور پھر اتنے ماہر ہو جائیں گے اس میں آسانی سے بات کر سکیں گے ،اس زبان کی کوئی کتاب کا مطالعہ کر سکیں گے ،اس زبان میں مشمولات دیکھ سکیں گے حتیٰ کہ اس زبان کی کسی کتاب یا مضمون کا اپنی مادری زبان میں ترجمہ کرنے کے قابل بھی ہو سکیں گے۔

روزانہ کے اہداف کی تقرری صلاحیتوں کی بنیاد پر روزانہ کے اہداف، یا چھوٹے چھوٹے اہداف اپنی صلاحیتوں کی بنیاد پر مقرر کیجئے، مثلاً آپ روزانہ ۵ الفاظ، معنی کے ساتھ آسانی سے یاد کر سکتے ہیں لیکن اپنی قوت حافظہ کو بڑھایئے، دوسرے دن ۷ الفاظ کا ہدف مقرر کیجئے، تیسرے دن ۱۰، چوتھے دن اس سے بھی زیادہ۔اس طرح آپ کی قوت حافظہ بہتر ہو گی اور ذخیرہ الفاظ میں بھی اضافہ ہو گا۔

تفریح کے ذریعے سیکھنے کی کوشش کیجئے

ماہرین کا کہنا ہے کہ آپ کوئی بھی نیا فن بآسانی اس طرح سیکھ سکتے ہیں کہ اسے سیکھنے والا کوئی اور ساتھی آپ کے ساتھ ہو۔اس طرح آپ میں بہتر کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔آپ اپنا موازنہ اس کے ساتھ کرتے ہیں اور وہ آپ کے ساتھ۔دونوں ایک دوسرے کیلئے محرک بنتے ہیں، دونوں کے درمیان صحتمند مقابلہ ہوتا ہے،اور اس کا فائدہ دونوں کو ہوتا ہے۔اس طرح دونوں ہی کم وقت میں نئی مہارت سیکھ لیتے ہیں۔

سیکھنے کے دوران اپنی انا کو نظر انداز کر دیجئے

اگر آپ نے اپنے بارے میں فیصلہ کر لیا کہ آپ ہر کام میں پرفیکٹ ہیں تو یہ چیز آپ کو آگے بڑھنے سے روک دے گی۔واضح ہو کہ سیکھنے اور صلاحیتوں کو نکھارنے کا عمل زندگی بھر جاری رہتا ہے۔جو انسان زندگی بھر سیکھتا رہتا ہے، وہ دیگر تمام میں ممتاز ہوتا ہے۔اسی طرح سیکھنے کے دوران کبھی بھی اپنی انا کو آڑے نہ آنے دیں بلکہ اپنے استاد کی بات دھیان سے سنئے۔اپنے ساتھیوں اور چھوٹوں سے سیکھنے میں شرم محسوس مت کیجئے۔اس طرح آپ دوسروں سے پیچھے رہ جائیں گے،اور کوئی بھی نیا فن کبھی نہیں سیکھ سکیں گے۔جاری ہے---------------

پاکستان کا جشنِ آزادی

عذرا خالد، کراچی

پاکستان ترقی کیوں نہیں کر سکا!

14 اگست کو پاکستان کا جشن آزادی ہر سال روایتی جوش و خروش کے ساتھ منایا جاتا ہے۔

ہر سال وطن عزیز ترقی کی راہ میں دو قدم آگے بڑھنے کے بجائے دس قدم پیچھے کی جانب چلا جاتا ہے۔

بحثیت پاکستانی قوم ہم کو آزاد ہوئے پون صدی سے زیادہ گزر گئی ہے اور ہم ایک صدی کا سفر مکمل کرنے کے قریب ہیں۔

پاکستان ترقی کی راہ میں تنزلی کا کیوں شکار ہے یہ سوال ہر باشعور پاکستانی کے ذہن میں آتا ہے کہ ہم نے آزاد ہو کر اتنا طویل عرصہ گزرنے کے بعد بھی اپنی صلاحیتوں کے مطابق ترقی نہیں کر سکے۔

ہر محب وطن کو سچا پاکستانی بن کر سوچنا چاہیے کہ ہم آخر اپنے پڑوس کے ممالک سے ترقی کے ہر میدان میں بہت پیچھے کیوں نظر آتے ہیں۔

ہر ذی شعور پاکستانی اس اذیت کو محسوس کرتا ہے اور سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ ہمارے اندر ایسی کون سی خرابی ہے ہم دنیا میں تو بہت پیچھے ہیں بلکہ اس خطہ میں بھی شاید دوسرے ممالک سے سب سے پیچھے رہ گئے ہیں۔

اس خطہ میں ہندوستان کے بعد پاکستان دوسرا بڑا ملک ہے۔ پاکستان کی آبادی 23 کروڑ سے زائد ہے۔ پاکستان کو اللہ تعالیٰ نے خوبصورت پہاڑوں، بہتے دریاؤں، پر فضا خوبصورت وادیوں اور سال کے چاروں خوبصورت موسموں سے نوازا ہے۔

پاکستان ایک زرعی ملک ہے اس کے پاس ہر قسم کے اعلیٰ معیار کے پھل، سبزیاں اور پھول بھی ہیں اس کے ساتھ ساتھ دنیا کی بہترین ایک مضبوط فوج ہے اور اس کے ساتھ ہی پاکستان ایٹمی طاقت بھی ہے۔ اللہ کی بے حساب نعمتوں کے باوجود ہم اس خطے میں ہر چیز میں بہت پیچھے ہیں۔

ہمارے ملک پاکستان کی ترقی نہ کرنے کی بہت سی وجوہات ہیں۔ میرے نزدیک تو ایک مہذب معاشرے سے ہی ایک قوم کی تشکیل ہوتی ہے۔

مہذب معاشرہ اسی وقت وجود میں آسکتا ہے کہ جس میں بڑے چھوٹے کا عزت و احترام ہو، قانون کی پاسداری ہو، قانون کا استعمال سب کے ساتھ انصاف سے کیا جائے۔ ملک کی ترقی کے لئے مندرجہ ذیل اصولوں پر چلنا ضروری ہوتا ہے۔

دولت کی غیر منصفانہ تقسیم:

دوسری اہم رکاوٹ جو ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے وہ پیسے کی غیر منصفانہ تقسیم۔

ہمارے اسلامی جمہوریہ پاکستان میں صرف دس فیصد طبقہ کا امیر سے امیر تر ہوتا جا رہا ہے اور غریب طبقہ ہر روز مزید ایک درجہ اپنی زندگی گزارنے کی حیثیت سے نیچے آجاتا ہے۔ اسی طرح دس فیصد طبقہ مزید اپنی آسائش اور مراعات

میں خاموشی سے اضافہ کرلیتا ہے۔اسی دس فیصد طبقے نے ملک کی باگ دوڑ سنبھالی ہوئی ہے اور یہی طبقہ شروع سے پاکستان پر حکمرانی کرتا چلا رہا ہے۔

سیاسی عدم استحکام:

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے بانیوں نے پوری سوچ اور سمجھ کے ساتھ اور پورے شعور کو بیدار کر کے پاکستان کا نظام حکومت چلانے کے لئے جمہوری نظام کو قرار دیا۔اس نظام کو چلانے کے لئے بہت سے قوانین بھی ترتیب دیے گئے۔

مقام افسوس یہ ہے کہ پون صدی کا طویل سفر طے کر کے بھی اس جمہوری نظام حکومت کو چلنے کا موقع فراہم نہیں کیا گیا۔کوئی بھی جمہوری حکومت اپنی آئینی مدت پوری کرنے میں ناکام رہی۔اس طرح پورے ملک کا نظام حکومت درہم برہم ہی رہا۔

پاکستان انسانی ترقی میں زوال کا شکار:

پاکستان انسانی ترقی میں بھی اپنے خطے کے ممالک سے کافی پیچھے نظر آتا ہے۔انسانی ترقی کے عالمی جائزے کا اغاز پاکستان کے نامور اور ماہر معیشت ڈاکٹر محبوب الحق نے 1999 میں شروع کیا۔

اس رپورٹ میں بتایا گیا کہ ملکوں کی ترقی کو ان ممالک کی اقتصادی ترقی پر نہیں بلکہ ان ممالک کے عوام کے معیار زندگی ان کے رہن سہن اور عوام الناس کی صلاحیتوں کو دیکھتے ہوئے پرکھنا اور سمجھنا چاہیے۔اس جائزہ رپورٹ کو ان ممالک کے لوگوں کی امدنی، معیار زندگی، تعلیم، اوسط عمر اور عادات زندگی کو سامنے رکھ کر تیار کیا جاتا ہے۔

اس رپورٹ کے مطابق انسانی ترقی کی شرح گزرے سال کے مقابلے میں کم رہی اور پاکستان کا 188 ممالک میں انسانی ترقی کے حوالے سے پاکستان کا نمبر 147 ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پاکستان انسانی ترقی میں کیوں برابر پیچھے ہوتا جا رہا ہے۔اقتصادی امور کے افراد کا کہنا ہے کہ قدرتی آفات، دہشت گردی، ملک پر بھاری قرضوں کا بوجھ اور اس کے ساتھ ساتھ محصولات کی کمی، وجہ سے رقم نہ ہونے سے انسانی ترقی پر توجہ نہیں دی جا رہی۔پاکستان اپنی امدنی کا بڑا حصہ انسانی ترقی کے شعبوں پر خرچ نہیں کر سکتا ان وجوہات کی بناء پر پاکستان انسانی ترقی کی راہ میں اپنے ہمسایہ ممالک سے پیچھے ہوتا جا رہا ہے۔

پاکستان کی ابادی میں مسلسل اضافہ:

پاکستان اقتصادی اور سماجی ترقی میں ہر گزرتے دن کے ساتھ پیچھے کے جانب ہے اور یہ انتہائی تشویشناک بات ہے۔مسلسل تیزی سے ابادی میں اضافہ اقتصادی اور سماجی ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ہمارے معاشرے میں غربت اور افلاس تیزی سے بڑھ رہی ہے۔عوام الناس سماجی اور اقتصادی مسائل سے بھری زندگی گزارنے پر مجبور و لاچار ہیں۔

کرپشن یا بد عنوانی

عصر حاضر میں یہ کہنا درست ہوگا کہ پاکستان بد عنوانی ور کرپشن (بقیہ صفحہ ۱۵ پر۔۔۔۔۔۔۔۔۔)

سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

قسط نمبر: ۴

زوجہ محمد اقبال

علماء لکھتے ہیں کہ زمزم کا پانی حوض کوثر سے بھی افضل ہے جنت کی نہروں سے بھی افضل ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جنت کی نہریں تو اللہ کے حکم سے پیدا ہوئیں، کہ کن کہا اور اپنے آپ پیدا ہو گئیں اور وہاں اسباب کی حد تک تو کوئی چیز بھی نہیں تھی بس حکم دیا جنت کو بن جا بن گئی حکم دیا نہروں کو کہ جاری ہو جا ہو گئیں لیکن یہاں اسباب بھی موجود ہیں دو نبی اکھٹے موجود ہیں ایک نبی جبرئیل ہیں وہ نوری ہے وہ بھی رسول ہیں قاصد ہیں اللہ کے اور ایک پیغمبر حضرت اسماعیل علیہ السلام اور تیسرے پیغمبر سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

ان سب چیزوں کے جمع ہونے سے زمزم کو جو جو فضیلت ملی وہ جنت کے پانی سے بھی زیادہ ہے اس لیئے علماء نے لکھا کہ معراج پر جانے سے قبل نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سینہ مبارک کھولا گیا تو ہر چیز جبرائیل جنت سے لا لیکن پانی زمزم کا لیا جو اس بات کی دلیل تھی کہ پانی زمزم کا ہی افضل ہے ورنہ اور کوئی پانی افضل ہوتا تو وہاں سے پانی لانا حضرت جبریل کے لیئے کچھ مشکل نا تھا۔ آپریشن کا سارا سامان جنت سے لا ٹانکے لگانے کے لیئے دھاگا جنت سے لا لیکن پانی زمزم کا ہی استعمال ہوا کیونکہ افضل رسول کا افضل دل تھا اس لیئے افضل پانی سے ہی دُھل سکتا تھا اللہ تبارک تعالیٰ نے اس پانی کو ایک شرف بخشا،

اب اتفاق یہ ہوا کہ یمن کے علاقوں میں ایک تھی سدِّ معارب جیسا آج کل ایک بند یا ڈیم ہوتا ہے تو انھوں نے بھی ایک بہت بڑی سدّ بنائی تھی جیسے سدِّ سکندری، سدِّ یاجوج ماجوج وغیرہ اسی طرح ان کے ہاں ایک سدِّ معارب کہلاتی تھی وہ اتفاق سے ٹوٹ گی جب وہ ٹوٹ گی تو پانی پھیل گیا وہ ان کی ضرورت کا پانی تھا جس کو وہ سالہا سال استعمال کرتے تھے جب پانی ختم ہو گیا تو یمن کے قبائل نکل گیا مختلف علاقوں میں آباد ہونے کے لیئے کہ ہم کہاں جائیں وہاں سے ڈھونڈتے ڈھونڈتے قبائل نکلے کہ پانی ڈھونڈیں کہ جہاں پانی ملے اسی جگہ بس جائیں کیونکہ پانی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے اور اللہ پاک نے قرآن پاک میں بھی یہ بات واضح فرمادی ہے کہ ہم نے ہر چیز پانی کے ساتھ باندھ رکھی ہے،

علماء فرماتے ہیں کہ پانی ڈھونڈتے ڈھونڈتے قبیلہ جُرھُم جو یمن کا قبیلہ ہے اور وہ خالصاً عرب ہے، پانی کو تلاش کرتے کرتے وہ جب مکہ مکرمہ کے قریب آیا تو دیکھا کچھ پرندے اڑ رہے ہیں، انھوں نے آپس میں کہا کہ یہاں تو ہم نے کبھی پرندے اڑتے نہیں دیکھے یہ پرندے یہاں کیوں ہیں انھوں نے اپنے آدمی پتہ کرنے کے لیئے بھیجے پتہ چلا وہاں پر پانی ہے اور پرندے بھی وہاں پانی ہونے کی وجہ سے نظر آرہے تھے۔

دیکھا وہاں پانی کا ایک چشمہ ہے اور ایک بوڑھی عورت بھی ہیں اور ایک بچہ بھی ہے یہ سن کر پورا قبیلہ وہاں پہنچ گیا اور انھوں نے بی بی صاحبہ سے کہا کہ ہم پانی کی تلاش میں یمن سے نکلے ہیں اور یہاں تک آگا ہیں اگر آپ ہمیں

اجازت دیں تو ہم یہاں رہ جائیں، آپ کی بڑی مہربانی ہو گی اس پر بی بی صاحبہ نے کہا کہ آپ یہاں رہ سکتے ہیں لیکن پانی پر آپ کا حق نہیں ہو گا، پانی پر میرا اور میرے بچے کا ہی حق ہے پانی آپ لے سکتے ہیں مگر یہ چشمہ آپ کا حق نہیں سمجھا جا گا اس پر ہماری ہی ملکیت رہے گی جس پر انھوں نے کہا بالکل ٹھیک ہے ہم مانتے ہیں اور ایک دوسری روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ بی بی صاحبہ نے کہا کہ آپ پانی کا کچھ معاوضہ بھی دیا کریں گے انھوں نے کہا ٹھیک ہے ہم وہ بھی دیں گے تو اس وقت سے قبیلہ جُرھُم یہاں آکر آباد ہو گیا۔ جاری ہے۔۔۔۔۔۔۔

(بقیہ صفحہ ۱۳ کا۔۔۔۔۔۔۔۔۔)

عنوانی اور کرپشن کی وجہ سے تیزی سے زوال کی طرف جا رہا ہے۔ بدعنوان عناصر پاکستان کے ہر محکمے میں موجود ہیں۔ یہ عناصر چاہے تعلیم ہو، صحت کا شعبہ ہو، بنیادی ضروریات کا شعبہ ہو، زرعی ترقیاتی منصوبوں کا محکمہ یہ بدعنوان عناصر ترقی کے کاموں کی راہ میں پوری طرح رکاوٹیں کھڑی کرتے رہتے ہیں اور ملک کو پسماندگی کی طرف لے جانے میں اپنا کردار ادا کر رہے ہیں۔ ان عناصر کی کرپشن اور بدعنوانی کی سزا پاکستان کی بہت بڑی آبادی کو بھگتنی پڑ رہی ہے۔

اچھے سیاسی لیڈروں کا فقدان:

ہمارے ملک میں اچھی اور باصلاحیت قیادت کا شدید فقدان بھی ملک کی ترقی میں بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ سب سے پہلے تو قیادت کے معنی سمجھنے ضروری ہیں۔ لیڈر اچھے اخلاقی کردار کا مالک ہو اور عام انسانی زندگی کو سمجھتا ہو۔ ان صلاحیتوں کی مالک شخصیت ایک فرد کو یا پورے گروہ کو اپنی کامیابی سے متاثر کرتی ہے اور اس کی ان صلاحیتوں کی بدولت وہ ایک کامیاب لیڈر کہلا سکتا ہے وہ ایک بڑے گروپ کو اپنے مقاصد کا تعین کر کے ان کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

نوجوانوں میں قیادت کا فقدان:

کسی بھی ملک کے معاشرے کی ترقی کا دارومدار ایک باصلاحیت اور صحت مند نوجوان نسل تیار کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ سیاسی تحریک ہو، مذہبی تحریک ہو، قومی یا دیگر تحریکیں ہوان کو مقبول اور کامیاب کرنے میں نوجوان نسل کا کردار نمایاں نظر آتا ہے۔ دین اسلام کو پھیلانے میں نوجوانوں کا کردار اہمیت رکھتا ہے۔ پیارے نبی کریم ﷺ کی بہترین تعلیم اور تربیت آج بھی روشن ستاروں کی مانند ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔

نبی ﷺ کی بہترین تعلیم و تربیت اس وقت کے نوجوانوں کے ساتھ تھی جس کی وجہ سے دنیا کے طاقتور حکمران دین اسلام کے آگے سرنگوں ہونے پر مجبور ہوئے۔ دنیا کی تاریخ میں جتنے بھی انقلاب آئے اس کی کامیابی میں نوجوانوں کا کردار بہت اہمیت کا حامل رہا ہے۔ ہمارے ملک میں نوجوانوں کو صحیح سمت میں لے جانے کی اشد ضرورت ہے۔ پاکستان کے لیڈر صاحبان کو اس خوف سے نجات حاصل کرنے کی ضرورت ہے کہ نوجوان طبقہ آگے چل کر ہماری حثیت کے لئے خطرہ نہ بن جائے۔

وہ کیسی عورتیں تھیں

اسٹی بدر

جو گیلی لکڑیوں کو پھونک کر چولہا جلاتی تھیں
جو سل پر سرخ مرچیں پیس کر سالن پکاتی تھیں
سحر سے شام تک مصروف لیکن مسکراتی تھیں
بھری دوپہر میں سر اپنا جو ڈھک کر ملنے آتی تھیں

پڑوسن مانگ لے کچھ با خوشی دیتی دلاتی تھیں
جو رشتوں کو برتنے کے کئی نسخے بتاتی تھیں
محلے میں کوئی مر جائے تو آنسو بہاتی تھیں
کوئی بیمار پڑ جائے تو اس کے پاس جاتی تھیں

جو پنکھے ہاتھ کے جھلتی تھیں اور بس پان کھاتی تھیں
جو دروازے پہ رک کر دیر تک رسمیں نبھاتی تھیں
پلنگوں پر نفاست سے دری چادر بچھاتی تھیں
بصد اصرار مہمانوں کو سرہانے بٹھاتی تھیں

کوئی تہوار ہو تو خوب مل جل کر مناتی تھیں
وہ کیسی عورتیں تھیں
میں جب گھر اپنے جاتی ہوں تو فرصت کے زمانوں میں
انہیں ہی ڈھونڈتی پھرتی ہوں گلیوں اور مکانوں میں

اگر گرمی زیادہ ہو تو روح افزا پلاتی تھیں
جو اپنی بیٹیوں کو سوئیٹر بننا سکھاتی تھیں
سلائی کی مشینوں پر کڑے روزے بتاتی تھیں
بڑی پلیٹوں میں جو افطار کے حصے بناتی تھیں

کسی میلاد میں جزدان میں تسبیح دانوں میں
کسی برآمدے کے طاق پر باورچی خانوں میں
مگر اپنا زمانہ ساتھ لے کر کھو گئی ہیں وہ
کسی اک قبر میں ساری کی ساری سو گئی ہیں وہ

جو کلمے کاڑھ کر لکڑی کے فریموں میں سجاتی تھیں
دعائیں پھونک کر بچوں کو بستر پر سلاتی تھیں
اور اپنی جانمازیں موڑ کر تکیہ لگاتی تھیں
کوئی سائل جو دستک دے اسے کھانا کھلاتی تھیں

اسماعیل ہنیہ رحمۃ اللہ علیہ
ولادت سے شہادت تک

(ضیاء چترالی)

فلسطین کی اسلامی تحریک مزاحمت (حماس) کے سیاسی سربراہ اور سابق وزیر اعظم اسماعیل ہنیہ کو بدھ کی رات دو بجے ایران میں شہید کر دیا گیا۔ وہ نو منتخب ایرانی صدر کی تقریب حلف برداری میں شرکت کرنے دوحہ سے تہران پہنچے تھے۔ ان کے ساتھ ان کے ساتھی وسیم ابو شعبان بھی شہید ہو گئے۔ ابو العبد شہیدؒ کے جسد خاکی کو ان کے مرشد علامہ یوسف قرضاویؒ کے پہلو میں دفن کیا جائے گا۔ جمعہ کی نماز کے بعد دوحہ کی جامع مسجد امام عبد الوہاب میں جنازہ ہو گا۔ اس مضمون میں ہم شہید قائدؒ کی ولادت سے شہادت تک ذاتی زندگی پر روشنی ڈالتے ہیں۔

ابو العبد اسماعیل عبد السلام احمد ہانیہ 23 جنوری 1962 (یا 1963) کو غزہ کی پٹی میں الشاطی پناہ گزین کیمپ میں پیدا ہوئے، جہاں ان کے خاندان نے مقبوضہ ضلع عسقلان کے گاؤں الجورا سے ہجرت کر کے پناہ لی تھی۔ عسقلان فلسطین کی وہ قدیم اور مردم خیز بستی ہے، جہاں امیر المومنین فی الحدیث امام حافظ ابن حجر عسقلانیؒ جیسی نابغہ روزگار شخصیت نے جنم لیا اور یہ وہی عسقلان ہے جس کے بارے میں جناب نبی کریمؐ نے فرمایا تھا کہ "تمہارا بہترین جہاد رباط (سرحد کی پہرہ داری) ہو گا اور تمہارا بہترین رباط عسقلان ہو گا۔ ناجائز صہیونی ریاست نے اس علاقے پر قبضے کے بعد اس کا نام بھی تبدیل کر کے اشکلون رکھ دیا ہے۔

تعلیم و تربیت:

اسماعیل ہنیہ نے فلسطینی پناہ گزینوں کے لیے اقوام متحدہ کی ریلیف اینڈ ورکس ایجنسی کے اسکولوں میں پرائمری اور مڈل کی سطح کی تعلیم حاصل کی اور پھر الازہر انسٹی ٹیوٹ سے ہائی اسکول کا سرٹیفکیٹ حاصل کیا، اس کے بعد انہوں نے 1987 میں غزہ کی اسلامی یونیورسٹی میں داخلہ لیا اور عربی ادب میں بیچلر کی ڈگری حاصل کی۔ بعد ازاں اسی یونیورسٹی نے انہیں پی ایچ ڈی کی اعزازی ڈگری سے بھی نوازا۔ اپنی یونیورسٹی کی تعلیم کے دوران، ہانیہ اسٹوڈنٹ یونین کونسل کے ایک فعال رکن کے طور پر ابھرے، اس کے علاوہ وہ 1992 میں اسلامی یونیورسٹی آف غزہ میں ڈین بننے سے پہلے کئی عہدوں پر فائز رہے۔ 1997ء میں اسرائیل کی جانب سے رہائی کے بعد وہ شیخ احمد یاسین کے دفتر کے سربراہ کے طور پر کام کرتے رہے۔

سیاسی تجربہ:

اسرائیلی قابض حکام نے پہلی بار 1987ء میں فلسطینی انتفاضہ شروع ہونے کے بعد ہنیہ کو گرفتار کیا، وہ 18 دن تک جیل میں رہے، پھر 1988ء میں انہیں 6 ماہ تک دوسری مرتبہ حراست میں رکھا گیا۔ ہنیہ 1989 میں حماس تحریک سے تعلق کے الزام میں دوبارہ اسرائیلی جیل چلے گئے۔ جہاں انہوں نے 3 سال حراست میں گزارے، اس

کے بعد انہیں جنوبی لبنان کے علاقے مرج الظہور میں جلاوطن کر دیا گیا۔ تاہم وہ ایک ہی سال گزارنے کے بعد واپس غزہ کی پٹی لوٹ آئے۔ کیونکہ اس دوران اوسلو معاہدے پر دستخط ہو گئے اور ان کی جلاوطنی ختم ہو گئی۔ وطن واپسی کے بعد وہ غزہ اسلامی یونیورسٹی میں اسلامی بلاک کے سربراہ بن گئے۔ ہنیہ نے تبدیلی اور اصلاحات کی سیاست کا باقاعدہ آغاز کیا۔ انہوں نے جنوری 2006ء کے شروع میں منعقد ہونے والے قانون ساز اسمبلی کے انتخابات میں واضح اکثریت حاصل کی اور فروری 2006ء میں حماس کی طرف سے تشکیل دی گئی فلسطینی حکومت کے سربراہ یعنی وزیر اعظم بن گئے۔

حماس کی صدارت:

قطری دارالحکومت دوحہ اور غزہ میں ٹیلی ویژن لنک سسٹم (ویڈیو کانفرنس) کے ذریعے بیک وقت انتخابات کے انعقاد کے بعد حماس کی شوریٰ کونسل نے انہیں 6 مئی 2017ء کو اپنے سیاسی بیورو کے سربراہ کے طور پر منتخب کیا۔ حماس کے متعدد رہنماؤں کو انتخابات میں حصہ لینے کے لیے غزہ سے قطر ہنیہ کی قیادت میں سفر کرنا تھا، لیکن انتخابات سے پہلے کے دنوں میں رفح کراسنگ کی بندش سے یہ ممکن نہ ہو سکا۔

اناطولیہ نیوز ایجنسی کے مطابق انتخابات تین رہنماؤں کے درمیان ہوئے، یعنی اسماعیل ہنیہ، موسیٰ ابو مرزوق اور خالد مشعل کے نمائندے اور پولیٹیکل بیورو کے سابق رکن، محمد نازل کے۔

الاقصیٰ سیلاب:

عزالدین القسام بریگیڈز کے چیف آف اسٹاف محمد الضیف نے 7 اکتوبر 2023ء کو آپریشن الاقصیٰ فلڈ کا اعلان کیا، جس میں زمینی، سمندری اور فضائی حملے اور کئی بستیوں میں مزاحمتی جنگجوؤں کی دراندازی شامل تھی۔ جس کے جواب میں اسرائیلی فوج نے غزہ کے خلاف ایک فوجی آپریشن شروع کیا اور اس کا آغاز پٹی پر شدید فضائی بمباری اور غلاف غزہ سے تمام آبادکاروں کو نکالنے کے ساتھ کیا گیا۔ قابض طیاروں نے لڑائی کے اگلے دن صبح غزہ کی پٹی میں متعدد اہداف پر حملے شروع کر دیئے۔ حماس کے رہنماؤں کے گھروں کو نشانہ بنایا گیا۔ 10 نومبر 2023ء کو اسرائیلی قابض طیاروں نے ہنیہ کی پوتی کو بمباری کر کے شہید کر دیا، جب وہ ایک اسکول میں بے گھر لوگوں کو پناہ دے رہی تھی۔ تقریباً 10 دن بعد، ان کے گھر پر اسرائیلی فضائی حملے کے بعد ان کا بڑا پوتا شہید ہو گیا۔ یکم اپریل 2024ء کو اسرائیلی پولیس نے صحرائے نقب کے شہر بیر سبع کے قریب ہنیہ کی ایک بہن کو اس الزام میں گرفتار کیا کہ انہوں نے تحریک کے ارکان سے بات چیت کی تھی۔ اسرائیلی قبضے نے 10 اپریل 2024ء کو اسماعیل ہنیہ کے 3 بیٹوں کو بھی شہید کر دیا تھا۔ وہ اپنے 5 بیٹوں کے ساتھ ایک کار میں سوار ہو کر خاندانی رشتے داروں کو عید الفطر کی مبارکباد دینے جا رہے تھے۔ بقیہ صفحہ ۳۳ پر

اسرائیلی فوج نے اعلان کیا کہ ہنیہ کے بیٹوں کا قتل ایک ایسی

آزادی کے اغراض و مقاصد

بنت صدیقی کاندھلوی

پاکستان کی تخلیق جن مصائب کٹھن مراحل سے گذر کر ہوئی اس پر ضخیم اور طویل داستان رقم ہو چکی بہت کچھ پڑھا اور سنا جا چکا ، تخلیق پاکستان کے تمام محرکات تاریخ میں امر ہو گئے، پاکستان کے وجود از قبل و مابعد تمام ممکنہ حالات تبصرہ نگاروں، نقاد اور مورخین کے زیر قلم اچکے اب زیر بحث یہ مسئلہ ہے کیا جن مقاصد اور نظریے کی بنیاد پر، خون کی ہولی کھیل کر، جان، مال، خاندان کی قربانی دے کر، تحریکیں چلا کر، قید و زنداں کی ہوائیں کھا کر اس زمین کو حاصل کیا اسکی کتنی قدر و منزلت اور بار آوری کی؟ اسکے حصول کی غرض و غایت کیا تھی؟ کیا اغراض و مقاصد پر پورے اتر گئے؟

یہ پوری قوم کے لیے ایک سوالیہ نشان ہے یہاں انصاف بک رہا؟

یہاں قلم بک رہا؟ یہاں علم بک رہا؟

یہاں تک کہ دین و مذہب بھی بک رہا؟ یہاں کوئی قانون کا پاسداری نہیں؟

ہر طرف نفسا نفسی ،لوٹ مار، چوری، غبن ،دھوکہ، ظلم و تعدی کا بازار گرم ہے کیا ان خرافات میں ملوث معاشرہ اپنے مقصد کو حاصل کر سکتا ہے؟

آزادی کا مقصد محض ایک قطعہ زمین کا حصول نہیں بلکہ ایک مکمل اسلامی ریاست کا قیام تھا جہاں اسلامی اصول و قوانین بروئے کار لائے جا سکیں، ایک اسلامی ضابطہ حیات ہو ، جہاں اسلامی تشخص برقرار رہے، جہاں کی عوام اللہ و رسول کے احکامات کے پابند، ملک کے وفادار و جاں نثار ہوں حقیقی معنوں میں یہ سب کچھ ایک الگ اسلامی ریاست میں ہی ممکن تھا۔

دراصل اسلامی ریاست کا اولین تصور حکیم الامت حضرت تھانوی رح نے سب سے پہلے 1920 میں پیش کیا انکے اظہار تصور کا مقصد محض ایسی اسلامی ریاست کا قیام تھا جہاں شرعی قوانین کا نفاذ اور اسلام کا بول بالا ہو۔

جہاں ریاست کی بنا اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور کتاب اللہ کے احکامات پر رکھی گئی اسکے قیام کی تعیین بھی منجانب اللہ رمضان المبارک کے آخری عشرے میں یوم الجمعہ ستائیس رمضان تھی یہ محض کرشمہ خداوندی ہے۔

اب اس تحفہ خداوندی پر جو نظام چل رہا ہے وہ اسلامی احکامات سے متصادم ہے، ریاست کی اساس، بنیاد، اور غرض و غایت مقصد احکام شریعت کا نفاذ تھا اس مقصد کو یکسر فراموش کر دیا، اسلامی نظام تو کجا، اسلامی اقدار، تشخص، رہن سہن روایات کا بھی قلع قمع کر کے حالات اس نہج پر پہنچا کر کاسہ گدائی دست دراز کر دیا۔

یہ سب اسلامی احکام سے روگردانہ کے نتائج ہیں

اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی۔

خوشیوں کا ساماں

عمارہ فہیم

کچھ وقت پہلے ہم نے ایک تحریر لکھی ''یادماضی ''یادماضی کوپڑھ کر کئی لوگوں کو اپنے طالب علمی کا زمانہ یاد آیا، اور صرف یاد نہیں آیا بلکہ ان کی ماضی کی الماریوں سے کئی خوشگوار واقعات امڈ کر باہر آئے اور ماحول کو پر سکون اور پر رونق بنادیا، کئی چہروں پر مسکراہٹ بکھری تودل مسرور ہوا،

ہمیں بھی زمانہ طالب علمی کا قصہ یاد آگیا۔ ''قصہ کو قرطاس پر موتیوں کی صورت پرونے کی سعی شروع کی ہمارا سبق تھا سورۃ الناس کی تشریح،استاد محترم نے سورۃ تلاوت فرمائی!

مکمل سورت کی تلاوت کے بعد استاد جی نے ترجمہ بیان فرمایا اور تشریح سے پہلے فرمایا: ''اللہ رب العزت نے انسانوں کے علاوہ بہت سی مخلوقات کو پیدا فرمایا انہی میں جنات کو بھی پیدا فرمایا،انسان تو شریر ہے ہی جنات میں بھی بہت سے شریر ہوتے ہیں، بہت سے کافر، اور بہت سے مومن! جنات کی تعداد اتنی زیادہ ہے اتنی زیادہ کہ زمین کا ذرہ ذرہ جنات سے بھرا ہوا ہے۔''

ابھی استاد محترم یہاں تک فرما کر خاموش ہوئے اور اپنے پان سے انصاف فرما رہے تھے کہ ایک طالبہ نے پوچھا:

''استاد صاحب ! کیا جنات اب بھی ہوتے ہیں ؟'' اب اسکولوں کے ماحول سے نکل کر جانے والی طالبات کیا جانیں جنات کی کہانی، سو سوال داغ دیا۔

''ہوتے ہیں بالکل ہوتے ہیں، ہو سکتا ہے آپ کے برابر میں بیٹھی ہوئی آپ کی ساتھی طالبہ آپ کی ساتھی طالبہ نہ ہو بلکہ کوئی جن یا جنی ہو۔''

یہ جملے سننے تھے کہ ہر طالبہ ایک دوسرے کو مشکوک نگاہوں سے دیکھنے لگی اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک کسی کونے میں اور دوسری کسی کونے میں۔ کچھ دیر بعد مکاتب سے دور سمٹ کر بیٹھی ایک طالبہ کی آواز استاد صاحب تک پہنچی۔

''استاد صاحب !ایسے کیسے ہو سکتا ہے ؟ہم تو بالکل صحیح ہیں، ہم تو جن نہیں ہیں۔''

''میں نے آپ کو تو جن کہا ہی نہیں! میں تو یہ عرض کر رہا ہوں کہ ہو سکتا ہے کہ آپ کے ارد گرد، آپ کے برابر، دائیں بائیں نا جانے کتنے سارے جنات ہوں آپ کو کیا معلوم، اور ہم ان کا انکار بھی نہیں کر سکتے کیونکہ ہیں تو یہ اللہ کی مخلوق۔'''' مگر استاد صاحب!''

ایک اور طالبہ کی دبی دبی سی آواز سنائی دی۔ ''کیا استاد صاحب! لگتا ہے آج صرف یہ آپ لوگوں کا ڈر نکالنے کی کلاس ہو گی، سبق تو ہو گا نہیں، چلیں اب کیا کر سکتے ہیں، پڑھانے کے لیے آپ کو بہادر بھی تو بنانا پڑے گا۔''

استاد محترم نے یہ جملے ادا فرما کر اسباق کو ایک طرف

کیا اور ہمارے اندر کا ڈر نکالنے کی اپنی سی کوشش شروع فرمائی۔

"دیکھیں طالبات! شریر جنات اور ان کے جو چھوٹے چھوٹے بچے ہوتے ہیں وہ شرارت کرتے ہیں، ہماری چیزیں چھپا دیتے ہیں، کبھی لڑائی کروا دیتے ہیں، جس کا ہمیں اندازہ نہیں ہوتا اور ہم جذبات میں بہتے جاتے ہیں۔" استاد محترم نے جنات کے حوالے سے بہت سی باتیں بیان فرمائیں، ساتھ ہی ساتھ یہ بھی فرمایا کہ "جس طرح اللہ رب العزت نے انسانوں کو بنایا ہے ویسے دوسری مخلوقات بھی پیدا فرمائی ہیں، جن میں چرند پرند، حشرات الارض وغیرہ کے علاؤہ جنات و فرشتے بھی شامل ہیں، جنات کی فطرت میں غصہ، ضد اور شر بہت زیادہ پایا جاتا ہے، انسان کو دنیا میں بھیجنے سے پہلے ساری زمین پر جنات رہتے تھے ، اور ہمارا یقین ہے کہ یہ اللہ کی مخلوق ہیں، بس ہماری آنکھ ان کو دیکھ نہیں سکتی، انسان کی فطرت میں بھی یہ سب پایا جاتا ہے لیکن بہت کم مقدار میں!

اسی لیے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا گیا تو اللہ رب العزت نے سورۃ فلق و ناس نازل فرمائیں جن میں جن و انس کے شر و حسد وغیرہ سے کس طرح محفوظ رہا جائے اور اپنے آپ کو کیسے بچایا جائے اس کی تلقین فرمائی۔"

اس کے بعد استاد محترم نے فرمایا: کہ "ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے، مسلمان جن اکثر دینی تعلیم سیکھنے کے لیے دینی حلقوں میں آجاتے ہیں، مگر وہ کسی کو نقصان نہیں پہنچاتے بس اپنے مقصد پر فوکس رکھتے ہیں، ہاں اگر کوئی انہیں پریشان کرے تو پھر الگ بات ہے۔

لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی تعلیمات پر اگر ہم عمل کریں، سورۃ فلق و ناس اور منزل، آیت الکرسی، دعائے انس پڑھنے کا معمول ہو تو ایسی کوئی شئے ہمیں نقصان نہیں پہنچا سکتی جب تک اللہ کا حکم نہ ہو۔"

اس کے بعد واقعہ بیان فرمایا لیکن اس سے پہلے ہمیں کچھ قیمتی خزانہ دیا اور وہ آج ہماری طرف سے آپ سب کے لیے گفٹ ہے۔

"آپ بنات ہیں، اور بنات کے لیے ایک حد میں رہ کر سجنا سنورنا، بناؤ سنگھار کرنا جائز ہے لیکن اگر اسی کو غلط سوچ کے ساتھ کیا جائے کہ لوگ دیکھ کر تعریف کریں گے یا کوئی اور مقصد ہو تو پھر اس کے نقصانات بھی ہوتے ہیں، کل کو آپ کی شادیاں ہوں گی، نئے گھروں کو جائیں گی، ہو سکتا ہے آپ میں کوئی شادی شدہ بھی ہوں، بال بچے دار بھی ہوں، ماں باپ کے گھر کے بعد شوہر کا گھر عورت کے لیے محفوظ سائبان ہونے کے ساتھ ساتھ قیمتی اثاثہ بھی ہوتا ہے، میاں بیوی کا رشتہ کائنات کا سب سے پہلا رشتہ بنایا گیا، ان میں ہر ایک کو دوسرے کی قدر، عزت و احترام کرنا چاہیے، کیونکہ ہر رشتے میں محبت و الفت کے ساتھ عزت و احترام کا پایا جانا بہت اہم ہے اور تمام رشتوں میں جب اس رشتے کو سب سے پہلے بنایا گیا تو اس میں محبت، الفت، احترام، عزت و قدر بھی سب سے زیادہ ہونی چاہیے، آپ پر لازم ہے کہ اپنے شوہر کی بات مانیں، اس کا خیال رکھیں۔

خواتین کے مسائل

دارالافتاء الاخلاص

عورت کے نام کا پردہ (No-9745)

سوال: السلام علیکم، مفتی صاحب! کیا عورت کا نام اس کی لکھی ہوئی کتابوں پر شائع کرایا جاسکتا ہے؟ یا اہلیہ یا بنت کرکے لکھنا ہوگا؟ شریعت کی نظر میں اسکی کیا حیثیت ہے؟

جواب: شریعتِ مطہرہ میں عورت کے نام کا کوئی پردہ نہیں ہے، اگر عورتوں کے نام کا پردہ ہوتا، تو ازواجِ مطہرات، صحابیات اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹیاں رضوان اللہ علیہن اجمعین اس کی زیادہ مستحق ہوتیں کہ ان کے نام کو چھپایا جاتا، جبکہ آج ان مقدس اور پاکیزہ ہستیوں کے نام امت میں مشہور و معروف ہیں، نیز خود قرآنِ کریم میں حضرت مریم کا نام موجود ہے، لہذا درج بالا تمہید کو مدنظر رکھتے ہوئے ضرورت کے موقع پر عورت کا نام لکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(القرآن الکریم: (آل عمران، الآیۃ: 45)

"مایوسی کفر ہے" کا مطلب (No-10737)

سوال: "مایوسی کفر ہے" اس جملہ کا کیا مطلب ہے اور کیا یہ واقعی کفر ہے؟ نیز اس سے کونسی مایوسی مراد ہے؟

جواب: واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے ناامید اور مایوس ہونا ناجائز، حرام اور گناہِ کبیرہ ہے۔ علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

"امیدی (اس قدر غلبہ ظن میں اللہ کی پکڑ سے مامون ہوگیا ہوں) اور ناامیدی (اپنے گناہوں کی وجہ سے اللہ کی رحمت اور بخشش سے مایوس ہونا) دونوں کفر نہیں ہیں، بلکہ گناہ کبیرہ ہیں"۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں: "بڑے گناہوں میں سے عظیم ترین گناہ شرک کرنا، اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف ہوجانا (انسان اس بات کو بھول جائے کہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے اور وہ مجرموں کو سزا بھی دیتا ہے) اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونا ہے۔ (شعب الایمان، حدیث نمبر: 1050)

اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ "مایوسی کفر ہے"، اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی یہ خیال کرے کہ اللہ تعالیٰ مجھے انعام سے نوازنے، معاف کردینے اور بخش دینے پر قادر ہی نہیں ہے یا اللہ کو میرے حالات کی خبر ہی نہیں یا اللہ میری پریشانی دور کرنے کی قدرت نہیں رکھتا تو ایسی مایوسی کفر ہے، اسی طرح اس درجہ امید قائم کرلینا کہ آدمی اللہ تعالیٰ کے عذاب اور پکڑ سے بالکل بے خوف ہوجائے اور یہ سمجھنے لگے کہ اللہ تعالیٰ سزا دینے پر قادر ہی نہیں ہے تو یہ امید بھی کفر ہے۔

لہذا "ایمان" امید اور خوف کے درمیانی درجے کا نام ہے بقیہ صفحہ نمبر ۵ پر

میری ذات ذرہ بے نشاں
قسط 7

ساجدہ بتول

اِس کے کرتُوت بھی تو دیکھو۔ گھر میں ہی چوری کی ہے اور بیاہ کر آتے ہی محلّے کے ایک لڑکے کے ساتھ چکّر بھی چلالیا۔''
ساس نے ایک اور جھوٹ لگایا کیونکہ اب مردود اس پہ حاوی ہو چکا تھا۔
''مشکل سے تو یہ رشتہ ہوا تھا۔ اب یہ مصیبت!''
آنے والی عورت نے دل میں سوچا۔ مردود سب سن رہا تھا۔
''ہاہ اب یہ معاملہ رفع دفع کر دے گی۔'' مردود پریشان ہو گیا۔ اِدھر وہ عورت اب بے ہوش لڑکی پہ جھک کر اسے چوم رہی تھی۔ ''آنکھیں کھول میری بچی۔''
مردود فوراً پہلی کو چھوڑ کر اُس کے دماغ میں داخل ہوا۔ ''بھئی سیدھا سیدھا مار پیٹ کا کیس ہے۔ عدالت میں جانا چاہیے۔''
''ناں بابا!'' عورت نے دل میں جواب دیا۔ ''ابھی میری تین اور بھی ہیں۔ بات پھیل گئی تو اُن کا کوئی رشتہ ہی نہیں آئے گا۔ میں تو یہ جھگڑا ختم کروا کے ہی جاؤں گی۔''
مردود مُنہ بسورتا ہوا واپس نکلا۔ اچانک اسے خیال آیا کہ جو کچھ کر سکتا ہے اس لڑکی کا شوہر ہی کر سکتا ہے۔
وہ فوراً اُس لڑکے کے دماغ میں گھس گیا۔ ''تم اِس لڑکی کو طلاق دے دو۔''

''توبہ'' وہ فوراً بولا ''پہلے ہی اس کی ماں جلاد بنی کھڑی ہے۔''
''تمہاری ماں بھی تو جلاد بنی کھڑی ہے۔''
''اندر سے وہ بھی کانپ رہی ہے۔ میں اسے جانتا ہوں۔ طلاق کے بعد جو جھگڑے کھڑے ہوں گے اُن کو سہنا اس کے لیے آسان نہیں ہے۔ اس لیے طلاق دلوانے پہ کبھی راضی نہیں ہوگی۔''
لڑکے نے جواب دیا۔
''تو ابّا کو ساتھ ملا ناں!'' مرُدود یہ سنہری موقع کھونا نہیں چاہتا تھا۔ طلاق جیسا گھٹیا ترین کام کروا کے ہی جانا چاہتا تھا۔ مشکل سے ہی تو مناسب جگہ ملی تھی۔
''ابا اپنی بہن سے ڈرتے ہیں۔ یہ ان کی بہن کی ہی تو بیٹی ہے۔''
اِس سوال و جواب میں مرُدود کو پتہ ہی نہ چلا کہ ساس سُسر اُس عورت سے معافی بھی مانگ چکے تھے۔ لڑکی ہوش میں آ گئی تھی۔
''آئیندہ اس کو مت ستانا ورنہ یاد رکھو ہر جگہ تمہاری بیٹی کو بدنام کر دوں گی۔'' لڑکی کی ماں بولی۔ ''اور ہاں! جس لڑکے سے چکّر کا کہہ رہے ہو ذرا اس کو سامنے تو لاؤ!''
''وہ۔۔۔ وہ دراصل۔۔۔''
ساس کی زبان لڑکھڑا گئی۔ اُسے گھبراہٹ ہونے لگی تھی۔ خوف کے مارے اُس کا چہرہ سفید ہو گیا۔
(جاری ہے)۔۔۔۔۔۔

ہم اور ہمارا پاکستان

صدیقہ آسیہ

"پتر! ادھر آ میرے کول بیٹھ۔"

دادا ابو نے اپنے پاس چار پائی پہ جگہ بناتے ہوئے کہا تو ابا جی کے لاڈلے سپوت ان کے پاس پھیل کر بیٹھ گئے۔

گوروں کی طرح روکھا پھیکا اور سڑا ہوا۔

"happy independence day یا

"hii gays how are you?""

"independence day"

اشعر چاچو کمرے سے نکل کر صحن کی طرف آئے اور سب کو نیم کے درخت نیچے محفل جمائے بیٹھے دیکھ کر ان کے پاس آ کر بولے۔

"proud to b a Pakistani"۔

کہنے کے بجائے اپنی میٹھی اور قومی زبان میں آپس میں آزادی کی مبارک دے کر اپنے محب وطن ہونے کا ثبوت دیں۔

ہم پاکستانی میٹھے لوگ ہیں، شیریں زبان میں میٹھی اور دل کو چھو لینے والی دعائیں دیتے اور لیتے ہیں۔

ہم پاکستانی محبتیں بانٹنے والے لوگ ہیں پتر! اس کو انگریزوں کی زبان میں تبدیل کر کے اس کی چاشنی ختم نہ کرو۔"

"ابا جی! آپ نے خود ہی تو مجھے انگلینڈ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے بھیجا تھا کہ میں پڑھ لکھ کر ملک کا نام روشن کر سکوں۔"

اشعر چاچو نے دادا ابو کے ہاتھ چومتے ہوئے عاجزی سے کہا۔

"وہ بات ٹھیک ہے پتر! پر اپنے پڑھے لکھے ہونے کا ثبوت دینے کے لیے انگریزی لب و لہجہ اپنانا ضروری نہیں ہے، بلکہ اپنے ملک و قوم کی عادات و زبان کو فروغ دینا اور علم پھیلانا ہی اصل عقل مندی ہے۔"

"پااااااں!" دادا ابو بات کر کے چپ ہوئے ہی تھے کہ رضیہ پھپھو کے منجھلے بیٹے نے آ کر اچانک سے زوردار باجا بجایا

کہ سبھی ایک دفعہ تو اپنی جگہ سے اچھل کر رہ گئے، پھر جیسے ہی اس پہ نظر پڑی تو اسے باجا منہ میں دابے دیکھ کر پہلے سب شرمندہ ہوئے پھر قہقہے لگا کر ہنس پڑے۔

"اباجی اس پہ بھی تو آپ کچھ کہیں نا۔"

اشعر چاچو دھمکاتی نظروں سے علی کی طرف دیکھ کر بولے۔ "ہم پاکستانی باجا بجا کر پورا محلہ سر پہ اٹھانے والے لوگ ہیں ہاں ہم پاکستانی زندہ دل قوم ہیں۔"

دادا ابو نے ایک نظر نواسے کی طرف دیکھا پھر اشعر چاچو کا کندھا تھپتھپاتے مسکرا کر کہا۔ "پر یہ حرکت اچھی نہیں ہے اباجی! یہ کیسی زندہ دلی ہے بھلا؟"

اشعر چاچو نے منہ بنایا، انہیں اباجی کی یہ بات پسند نہیں تھی آئی۔

دادا ابو نے اشعر چاچو کی بات پر غور کیا، علی کو پاس بلایا پھر کہنا شروع کیا۔

"یہ بس علی کے لیے ہی نہیں بلکہ سب کے لیے حکم ہے۔ 14 اگست کو پااں نہیں چھاں کریں گے۔ پاں سے سب بیزار ہوتے ہیں اور اسے اچھا نہیں سمجھتے جیسے ابھی آپ کے چاچو کو اچھا نہیں لگا تو کیوں نا ہم اچھا کام کریں۔ کریں گے نا؟"

دادا ابو نے سوالیہ نظروں سے سب کی طرف دیکھا تو سب نے اثبات میں سر ہلایا۔

"تو پھر اٹھ جاؤ دیر کس بات کی۔" دادا ابو نے اپنی قمیض کے بازو فولڈ کیے جسے دیکھ کر سبھی تازہ دم سے ہوتے کھڑے ہو گئے۔"

"پر اباجی! کرنا کیا ہے" حارث صاحب بولے۔

"سرسبز پاکستان! یعنی سنت رسول ﷺ" دادا ابو نے کہا۔

"میرا ایک دوست ہے اس کی نرسری ہے میں اسے کال کر کے پودے منگوا لیتا ہوں۔"

راشد چاچو بات کو سمجھتے ہوئے بولے پھر کچھ ہی دیر میں پودے آ گئے تو سب پودے لے کر پورے محلے میں پھیل گئے جہاں جگہ دیکھتے پودا لگاتے جاتے ان کی دیکھا دیکھی دوسرے بچے بڑے بھی اس کام میں شامل ہو گئے کچھ کچرا اٹھانے لگے کچھ پاکستانی جھنڈیوں کو زمین پہ گرا دیکھ کر عقیدت سے اٹھاتے جا رہے تھے۔ ایسے ایک انوکھی اور یادگار 14 اگست اپنے اختتام کو پہنچی۔

بقیہ صفحہ نمبر ۲۲ کا

جس میں امید کی کوئی کرن بھی نہ ہو اور اللہ کی رحمت سے مکمل طور پر مایوسی ہو جائے اور نہ ہی ایسے "اطمینان" کو ایمان کہا جاسکتا ہے جس میں ذرا بھی خوف کی جھلک نہ ہو اور عذاب الٰہی سے بالکل ہی بے خوف وخطر ہو جائے۔ مؤمن کسی بھی لمحے اپنے رب کی رحمت سے ناامید نہیں ہوتا ہے، اسے کسی نہ کسی درجہ میں اللہ تعالی سے امید قائم رہتی ہے، چاہے وہ مخفی ہو، کبھی کبھار گناہوں کی ظلمت اور بوجھ سے "یأس" (ناامیدی) کی کیفیت کا غلبہ ہو جاتا ہے، لیکن اس کے پیچھے امید کی کرن مخفی رہتی ہے جو گناہوں کی ظلمت دور ہونے کے بعد ظاہر ہوتی ہے۔ (روح المعاني: 43/7، ط: دار الكتب العلمية)

ہم زندہ قوم ہیں پائندہ قوم ہیں

بیگم سیدہ ناجیہ شعیب احمد

''مام! ہم چودہ اگست کیوں مناتے ہیں؟''

سات سالہ حریم نے پوچھا تو ان کی جگہ شریم بول اٹھا۔

''مام! رکیں میں بتاتا ہوں آپ نے ہمیں سب بتایا تھا مگر میری یہ بھلکڑ بہنا سب بھول گئی۔''

''اچھا چھا آپ تو بڑے ذہین و فطین ہیں بتایئے۔۔۔''

بہن بھائی میں نوک جھوک شروع ہو گئی تھی۔

صبیحہ نے مسکراتے ہوئے بولنا شروع کر دیا:

''14 اگست 1947ء وہ تاریخی دن جب ہم نے انگریزوں کے تسلط سے آزادی حاصل کی اور ہمارا پیارا وطن 'پاکستان" معرض وجود میں آیا اسی آزادی کی خوشی میں ہر سال ہم اپنے وطن کی سالگرہ یعنی مناتے ہیں۔''

''مگر مام!

سالگرہ منانا تو منع ہے نا۔'' شریم نے یوٹیوب پر ایک مفتی صاحب کے بیان میں سنا تھا۔

''اوہو بھیا! وہ مسلمانوں کی پیدائش کا دن منانا منع ہے۔ یہ تو ہمارے پیارے وطن کی سالگرہ ہے۔ ہے نا مام؟''

حریم نے شریم کو سمجھاتے ہوئے کہا تو صبیحہ خوش دلی سے ہنستے ہوئے بولیں: ''اچھا اچھا اب باتوں کے ساتھ آپ دونوں سامان پیک کرنے میں میری مدد کریں۔''

صبح ان سب کی روانگی تھی۔

***

''علیزے! اس سال کچھ زیادہ ہی دھوم دھام نہیں ہو رہی۔''

شہر میں جگہ جگہ جھنڈے، جھنڈیاں، بیجز، قسم قسم کے ہرے سفید رنگوں کے چاند ستارے والے کپڑے، ہری سفید چوڑیاں اور نجانے کیا کچھ مل رہا ہے۔ ہمارے دور میں تو یہ سب خرافات نہیں تھیں۔''

صبیحہ گرمیوں کی چھٹیاں گزارنے پہلی مرتبہ بچوں کے ساتھ پاکستان اپنے میکے آئی ہوئی تھیں۔ باہر ممالک میں پاکستان کا جشنِ آزادی کون اور کیوں منائے؟ دیارِ غیر میں رہتے ہوئے صبیحہ کو ہر سال چودہ اگست کے دن وہاں کی رونقیں بہت یاد آتی تھیں۔ لندن کی مصروف ترین مشینی زندگی کے باوجود انہوں نے کبھی بھی اپنے بچوں کو پاکستان سے دور نہیں رکھا۔ وہ جب بھی موقع ملتا بچوں کو پیارے وطن کی پیاری باتیں بتاتی تھیں۔

آج اتنے سالوں بعد وہ پاکستان واپس آئی تھیں۔ بچے نانو، ماموؤں اور ممانیوں اور ان کے بچوں سے مل کر خوش ہوئے تھے۔ پہلی مرتبہ پاکستان آنا اور سب میں گھلنا ملنا تھوڑا مشکل لگا مگر ان کی مام خاندان بھر کی ہر دل عزیز شخصیت تھیں سو وہ دونوں بھی ہاتھوں ہاتھ لیے گئے۔ اگست کا پہلا ہفتہ

چٹکیوں میں گزر گیا۔سب گھر میں چودہ اگست کی تیاریاں کر رہے تھے۔اسٹور میں رکھا گیا بڑا سا پرچم دھو کر استری کرنے کے بعد بانس میں چڑھا کر چھت پر سب سے اونچی جگہ پر باندھ دیا گیا۔

شریم اور حریم تھوڑے سے حیران اور پریشان کیوں کہ یہ سب کچھ ان کے لیے نیا اور انوکھا تھا۔ان کے کزنز کا جوش و خروش دیدنی تھا۔وہ سب مل کر انہیں چودہ اگست کی خریداری کرنے بازار لے گئے۔

بازار میں لگے اسٹالز پر ننھے ننھے بچے ذوق و شوق سے خریداری میں مصروف تھے۔ہانیہ، غانیہ اور فروا سبز و سفید رنگ کی چوڑیاں، کلپس، بینڈ اور ٹاپس وغیرہ پسند کرنے لگیں۔انہوں نے حریم کے لیے ڈھیروں چیزیں خریدیں آخر کو ان کی پیاری کزن پہلی مرتبہ پاکستان آئی تھی۔شریم نے اسٹالز پر ایک نظر ڈالی تو اسے ہر سبز ہلالی پرچم کے ساتھ ایک بڑا سا باجا نظر آیا۔شریم کے ماموں زاد بھائیوں نے فوراً باجے خرید لیے۔اور ان میں ایک نے وہیں کھڑے ہو کر باجا بجانا شروع کر دیا۔

اسٹال پر کھڑے کچھ بزرگوں نے ناگواری کا اظہار کیا اور کچھ لوگ اس کی تقلید کرتے ہوئے شور و غوغا کرنے لگے۔

شریم کے سر میں درد ہونے لگا۔وہ تو ایک ایسے ملک کا شہری تھا جہاں ہارن بجانا بھی جرم سمجھا جاتا ہے، کجا یہ باجا۔

***

''اوہ میرے اللہ! یہ ہے مام کا سو کالڈ پاکستان؟''

شریم گھر آ کر مسلسل بڑبڑا رہا تھا۔چھوٹا لڑکا جو کچھ سوچ کر آیا تھا یہاں اسے سب کچھ اس کی سوچ کے برعکس ملا تھا۔ پاکستانیوں کو تو بہت پُر وقار اور مہذب ہونا چاہیے تھا۔

''کن سوچوں میں گم ہو لٹل مین؟''

رضا نے سوچوں میں گم شریم کو ہلایا تو وہ بولا:

''میں سوچ رہا ہوں کہ یومِ آزادی منانے کے لیے اتنے بکھیڑے کرنے کی کیا ضرورت ہے؟''

''بکھیڑے واؤ اچھی اردو۔''

رضا کو صبیحہ آپی کی تربیت پر ناز ہوا۔

''برادر! کچھ سالوں سے جشن آزادی پر یہ نیا رواج اپنایا گیا ہے کہ امیر، غریب سب اپنے بچوں کو اپنے ملک کے پرچم کے رنگ والے کپڑے پہناتے ہیں، ان اسٹالز سے مختلف سجاوٹ کی چیزیں دلواتے ہیں اور یوں جشن آزادی کی رونق دوبالا ہو جاتی ہے سمپل۔''

رضا نے اپنی علمیت جھاڑتے ہوئے کہا تو شریم بڑی فکر سے بولا:

''چلیں کوئی بات نہیں اس دن کو جس طرح منانا ہے ضرور منائیں کیونکہ یہ بھی زندہ قوموں کی نشانی سمجھی جاتی ہے کہ وہ اپنا یومِ آزادی جوش و خروش سے منا کر اس عہد کی تجدید کرتے ہیں کہ وطن کی خاطر کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔حب الوطنی ایک ایسا ہی جذبہ ہے جو انسان کو

محنت وکوشش پرآمادہ کرتا ہے۔“

افففففا تنی گاڑھی اردو۔رضانے شریم کواچھنبے سے دیکھتے ہوئے کہا:”لگتا نہیں تم لندن سے آئے ہو۔“

مگر شریم نے رضا کی بات سنی ان سنی کر کے اپنی بات جاری رکھی۔

رضا سر جھکائے سن رہا تھا کہ باہر سے باجے بجنے کی تیز آوازیں گونجنے لگیں، پھلجھڑیاں، پٹاخے اور فائرنگ کی آواز۔بارہ بج گئے۔رضانے گھڑی دیکھی۔اتنے میں گھر کے چھوٹے بچے باہر نکل کر باجا بجانے لگے۔مہذب اور شائستہ قومیں ایسی ہوتی ہیں؟شریم افسوس سے دل ہی دل میں کڑھ رہا تھا۔اسی اثناء میں ابراہیم،ابرار کے ساتھ حریم،غانیہ،ہانیہ اور فروا بھی چلی آئیں۔

***

چودہ اگست 2024ء کی صبح بہت حسین اور خوبصورت تھی۔ روپہلی سنہری کرنوں نے پورے گھر کو روشن کردیا تھا۔سب بچوں کے چہرے انوکھے جذبے سے چمک دمک رہے تھے۔

سبز کرتا سفید پاجامہ پہنے رضا،ابراہیم،غانیہ،ہانیہ کے ساتھ شریم اور حریم کے دل کی دھڑکنیں بھی دل دل پاکستان جان جان پاکستان پکار رہی تھیں۔مہذب قومیں اپنا یومِ آزادی پُر وقار طریقے سے مناتی ہیں۔

خطرناک غلطیاں

بنت معراج

۱۔اس خیال میں مت رہنا کہ میں ہمیشہ تندرست اور خوبصورت رہوں گا۔

۲۔اس نیت سے گناہ کرنا کہ صرف دو چار مرتبہ کر کے چھوڑ دوں گا۔

۳۔اپنا راز کسی کو بتا کر اس سے پوشیدہ رکھنے کی درخواست کرنا۔

۴۔ہر ایک انسان کے متعلق ظاہری صورت دیکھ کر رائے قائم کرنا۔

۵۔کسی کام کو ادھورا چھوڑ کر دوسرے وقت پر مکمل کرنے کی امید رکھنا۔

۶۔اپنی امید سے زیادہ خرچ کرنا اور کسی خدائی عطیہ کا امیدوار رہنا۔

۷۔اپنے ماں باپ کی خدمت نہ کرنا اور اولاد سے توقع کرنا۔

سیمار ضوان

امانت داری

حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم نے فرمایا جس آدمی میں امانت داری نہیں اس میں ایمان نہیں اور جو وعدہ کا خیال نہیں کرتا اس کے دین کا کوئی اعتبار نہیں۔

امانت اور وعدہ دو ایسی باتیں ہیں جن کو ہم لوگ بالکل اہمیت نہیں دیتے ہیں، جب کہ ہمارا دین ہم کو بتا رہا ہے کہ وعدہ اور امانت کی کتنی زیادہ اہمیت ہے یہ وہ عمل ہے جس پر ہمارا معاشرہ چلتا ہے اور ہماری گھر کی زندگی اور تمام معملات کا انحصار وعدہ اور امانت پر ہے۔

اگر آپ کے پاس کوئی شخص اپنی امانت رکھواتا ہے تو آپ کا فرض ہے کہ آپ اس کی امانت میں خیانت نہ کریں اس کا سبق ہم کو ہمارے پیارے نبی ﷺ کے فتح مکہ کے موقع پر دیا کہ انھوں نے حضرت علیؓ کی ذمہ داری لگائی کہ جن لوگوں کی امانتیں آپ کے پاس تھیں وہ ہجرت کرنے سے پہلے اُن کو لوٹا دیں تاکہ لوگ اپنی امانت وصول کرلیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی جان کی بازی لگادی اور آپ کے حکم کی تعمیل بجالائے۔

اور آپ ﷺ اگر کسی سے وعدہ کرتے تو اس کو پورا کرتے مگر آجکل ہم وعدہ کی پاس داری نہیں کرتے ہیں یہ بہت چھوٹا سا عمل ہے مگر ہم نے اس کی اہمیت کو اپنی زندگی سے نکال دیا ہے۔ ہم کو چاہئے کہ اگر کسی کو وقت دیں تو وقت پر پہنچیں۔ اور اگر کوئی کام کرنے کا وعدہ کریں تو اُس کو پورا کریں نہ کہ بھول کر بیٹھ جائیں اور اپنے بچوں کی تربیت میں بھی چھوٹی عمر سے ہی ان کو امانت اور وعدہ کی اہمیت بتائیں تاکہ وہ ایک ذمہ دار شخص بنیں۔ اور جو کام نہیں کر سکتے اس کی معذرت کرلیں نہ کہ کسی کو امید دلا کر اسی سے وعدہ خلافی کریں۔ اگر ہم ان دونوں باتوں کا خیال کرنے لگ جائیں تو یقیناً ہمارا معاشرہ بہت بہتر ہو جائے گا۔

ملک کی بنیاد میں علماء حق کا خون ہے۔۔۔

ملک کی مٹی میرے اسلاف کی ممنون ہے۔۔۔۔

قیام پاکستان میں علماء حق کا کردار

بنت احمد کراچی

وطن

عزیز پاکستان قربانیوں اور جدوجہد کی لازوال داستان ہے جس میں سب کا اپنا، اپنا روشن کردار ہے (بچے، بوڑھے، مرد، عورتوں سمیت) اور لاکھوں شہیدوں کے خون کا نذرانہ ہے اس مقدس پاکستان کے لئے اور اسلام کے نام پر بننے والے ملک کی تاریخ میں علماء کرام کا بہت بڑا کردار ہے بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اگر علماء "دیوبند" خاص کر "حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی" اور ان کے رفقاء شامل نہ ہوتے تو پاکستان کو محض دینی نعرے کی بنیاد پر حاصل نہ کیا جا سکتا تھا۔

یہی وجہ ہے کہ جب قائداعظم محمد علی جناح رح سے سوال کیا۔ گیا کہ "دین کی بنیاد پر بننے والے ملک کے لئے کون سے علماء کرام آپ کے ساتھ تھے" تو انہوں نے جواب دیا کہ مسلم لیگ کے ساتھ ایک بہت بڑا عالم جس کا تقویٰ اور پرہیزگاری سب پر بھاری ہے (حضرت تھانوی رحمہ اللہ) انکی حمایت ہمارے لئے کافی ہے حکیم الامت کہ دل میں اس بات کی بڑی تڑپ تھی کہ مسلمانوں کے لئے ایک الگ خطہ ہو کہ وہ اس کے اندر اپنے مذہبی معاملات میں آزاد ہوں گو وہ پاکستان کو بنتا ہوا نہ دیکھ سکے مگر انکی تائید اور ان کے خلفاء پاکستان بننے کی جدوجہد میں پاکستان بننے تک شامل رہے چنانچہ "مغربی پاکستان" میں پرچم کشائی "شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی" اور مشرقی پاکستان میں پرچم کشائی "علامہ ظفر احمد عثمانی" نے کی۔

اسی طرح حضرت تھانوی رحمۃ اللہ کے خلیفہ "حضرت شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ" اعظم گڑھ میں مسلم لیگ کے سیکرٹری تھے اور بڑی تڑپ رکھتے تھے۔ مسلمانوں کے لئے الگ وطن کے لئے اور رو، رو کر اللہ کے حضور دعا کرتے تو ایک مرتبہ۔ "تہجد" پڑھکر آعظم گڑھ سے روانہ ہوئے علامہ شبیر احمد عثمانی کو لینے کے لئے "گھور کپور" اور دوسرے دن عشاء کے وقت واپس آئے اور فرمایا کہ تہجد کے وضو سے عشاء پڑھی راستے میں پانی تک نہ پیا کہ دیر نہ ہو جائے عشاء کے بعد جلسے میں بڑے، بڑے علماء کرام نے تقریریں کیں اور اتنا بڑا جلسہ تھا کہ ہندوستان کی تاریخ میں الہ باد کے بعد سب سے بڑا جلسہ تھا اور اسی جلسے میں تقریر کے دوران علامہ شبیر احمد عثمانی نے فرمایا تھا کہ اس دور میں دیندار لوگ کم ہیں تو حکومت توان مسٹروں کے ہاتھ رہے گی لیکن اگر یہ اپنے ساتھ علماء کرام کو بھی شامل کریں تو امید ہے کہ کشتی ساحل تک پہنچ جائے گی ورنہ کہیں درمیان میں ہی نہ ڈوب جائے اور کتنی مثالیں بھری پڑی ہیں ظاہر ہے سب کا احاطہ ایک تحریر میں لانا ممکن نہیں۔

مفتی رفیع عثمانی صاحب رحمہ اللہ نے ایک بار "14 اگست" کے موقع پر بیان میں فرمایا تھا کہ پاکستان کی

بقیہ ۳۸ پر۔۔۔

یومِ آزادی

سر سبز پاکستان کی جانب ایک قدم

ڈاکٹر خنساء

دعا:''السلام علیکم چچی! بہت مزیدار خوشبو آ رہی ہے۔ کیا پکا رہی ہیں آپ؟''

(دعا کچن کاؤنٹر پر رکھی پلیٹ سے چند بادام لیتے ہوئے بولی)

عابدہ:''وعلیکم السلام بیٹا! دال کا حلوہ بنا رہی ہوں مؤمنہ کے لیے۔ میری معصوم بیٹی دن رات بہت محنت کرتی ہے۔''

(چچی ماتھے سے پسینہ صاف کرتے چہرے پر ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا)

دعا:''واہ بھئی! بڑے مزے ہیں مؤمنہ کے۔ خیر! ویسے مؤمنہ ہے کہاں؟''

عابدہ:''وہ برآمدے میں بچوں کو ٹیوشن پڑھا رہی ہے۔''

☆☆☆

(دعا اور مؤمنہ نہ صرف کزن بلکہ بہترین دوست بھی تھیں۔ لیکن دونوں ایک دوسرے سے بالکل مختلف تھیں۔ دعا انتہائی فیشنبل، خوش مزاج اور بے باک تھی جبکہ مؤمنہ سمجھدار، صابرین اور نرم مزاج تھیں۔ دعا بی اے کی طالبہ تھی جبکہ مؤمنہ ایم بی بی ایس کی فائنل ایئر کی طالبہ تھی۔ دعا عیش و عشرت والی زندگی گزار رہی تھی کیونکہ وہ اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھی۔ جبکہ مؤمنہ اپنے اور اپنے چھوٹے بھائی کی پڑھائی کے خرچے پورے کرنے کے لیے پارٹ ٹائم جاب کے طور پر ٹیچنگ کر رہی تھی۔ کیونکہ اس کے والد ایک کلرک تھے جن کی تنخواہ سے ان کے گھریلو اخراجات بڑی مشکل سے پورے ہوتے تھے۔)

☆☆☆

گھر میں ایک کشادہ اور پر سکون برآمدہ جس میں ایک طرف ایک میز، کرسیاں پڑی تھیں اور سیاہ تختہ دیوار پر لگا ہوا تھا اور دوسری طرف ایک قدیم جھولنے والی کرسی جس پر ناصر صاحب بیٹھے اخبار پڑھ رہے تھے۔

مؤمنہ علی کے ساتھ میز پر بیٹھی تھی، جو شہد جیسی میٹھی آواز میں حب الوطنی کا گیت گا رہا تھا۔ گانے کے بول سن کر مؤمنہ کی آنکھیں نم تھیں۔

علی:''میرا دل تیری، محبت کا ہے جاں بخش دیار،
میرا سینا تیری، حرمت کا ہے سنگین حصار،
میرے محبوب وطن تجھ پہ اگر جاں ہو نثار، میں یہ سمجھوں گا ٹھکانے لگا سرمایہ تن۔
اے میرے پیارے وطن،
اے وطن، پیارے وطن، پاک وطن....''

(جیسے ہی علی نے گانا ختم کیا ہال تالیوں سے گونج اٹھا۔)

مؤمنہ:''بہترین علی!! آپ کی سریلی آواز اور حب الوطنی کے اس نرالے گیت نے میرے رونگٹے کھڑے کر دیے۔ طلباء! اب مجھے بتائیں کہ جب آپ سب

بڑے ہو جائیں گے تو ہمارے ملک کی خدمت کس طرح کریں گے؟"

احمد: "میم میں ڈاکٹر بنوں گا اور غریبوں کا مفت علاج کروں گا۔"

حارث: "میں ایک بڑا تاجر بنوں گا، خوب پیسہ کماؤں گا اور بے گھر لوگوں کے لیے گھر بناؤں گا۔"

نور: "میں پورے ملک کو علم کی روشنی سے منور کروں گی۔"

مؤمنہ: ماشاءاللہ بہت خوب! مجھے آپ کے جوابات سن کر بے حد خوشی ہوئی۔ پیارے بچوں! آپ جانتے ہیں کہ یوم آزادی میں چند دن باقی ہیں، اور اپنے عزیز ملک سے محبت کا اظہار ہم بہت سے طریقوں سے کر سکتے ہیں۔ جیسے کہ اپنے ملک کی تاریخ، ثقافت، اور اقدار کے بارے میں علم حاصل کریں اور دوسروں کو بھی آگاہ کریں۔ ملکی قوانین اور اصولوں کا احترام کریں اور ان کی پابندی کریں۔ قدرتی وسائل جیسے پانی، بجلی، اور جنگلات کا خیال رکھیں اور انہیں ضائع نہ کریں۔

"شکوۂ ظلمت شب سے تو کہیں بہتر تھا۔
اپنے حصے کی کوئی شمع جلاتے جاتے"

☆☆☆☆☆

دعا: "السلام علیکم مؤمنہ جی!! کیا میں آپ کی کلاس میں آسکتی ہوں؟"

(دعا شرارتی انداز میں مسکرائی۔)

مؤمنہ: "وعلیکم السلام دعا بیٹی!!! آپ کو اجازت لینے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میری پیاری دوست! اندر آجائیں۔"

دعا: "یومِ آزادی میں چند ہی دن رہ گئے ہیں۔ باتیں تو بہت بڑی بڑی کر رہی ہو۔ کوئی تیاری بھی کی ہے یا نہیں؟

مؤمنہ: ہم تیاری! تیاری سے آپ کا کیا مطلب ہے؟

دعا: "اوہ خدایا! میرا مطلب ہے، کیا تم نے سبز رنگ کا لباس، ہری چوڑیاں، سفید سینڈل، اخضر و ابیض غبارے، پاکستانی پرچم وغیرہ خریدے یا نہیں؟"

مؤمنہ: "اگر آپ اس اسراف کو یوم آزادی کی تیاری کہہ رہی ہیں، تو میں معذرت خواہ ہوں کہ میں نے ایسا کچھ نہیں کیا۔"

"تو کیوں نہ ہم کوئی ایسا کام کریں جو نہ صرف دائمی ہو بلکہ دنیا اور آخرت کی زندگی میں بھی اجر و ثواب کا باعث بنے۔ یوم آزادی پر فضول خرچ کرنے کے بجائے اگر ہم درخت لگانے پر پیسہ خرچ کریں تو یہ ایک عملی قدم ہوگا جو ہمارے ملک کو حقیقی ترقی کی راہ پر گامزن کرے گا۔ یہ ایک ایسا مفید فعل ہوگا جس کا اثر نہ صرف ہمارے ملک بلکہ پوری دنیا پر مثبت ہوگا۔"

ناصر صاحب کھڑے ہو گئے اور بولے: ماشاءاللہ!! مجھے اپنی بیٹی کے عظیم خیالات سن کر واقعی فخر اور خوشی محسوس ہو رہی ہے۔"

علی: "استانی جی! کیا میں آپ کے اس اعلی مشن میں شامل ہو سکتا ہوں؟"

مؤمنہ: "جی بالکل علی! درخت لگانے کا عمل کسی خاص

طبقے یا عمر کے لوگوں تک محدود نہیں ہے۔ بچے، بزرگ، نوجوان، اور خواتین سب اس میں حصہ لے سکتے ہیں۔"
ناصر صاحب: تو آیئے ہم سب اس نیک کام میں حصہ لیں، زیادہ سے زیادہ درخت لگائیں اور اپنے گھر سمیت پورے محلے کو ہرا بھرا بنائیں۔ کیونکہ درخت لگانا ایک ایسی سرگرمی ہے جو نہ صرف ہمارے ماحول کو بہتر بناتی ہے بلکہ ہماری صحت، معیشت اور مستقبل کو بھی محفوظ کرتی ہے۔ اس کے علاوہ، درختوں کی جڑیں زمین کو مضبوط بناتی ہیں جس سے مٹی کا کٹاؤ کم ہوتا ہے اور سیلاب کا خطرہ بھی کم ہو جاتا ہے۔"
دعا: "تایا ابو! اسی بہانے ہم مزے کریں گے اور یہ ہمارے ملک کی بہتری کے لیے بھی ایک اچھا قدم ہوگا۔ درخت لگانے سے نہ صرف ماحول میں بہتری آئے گی بلکہ یہ ہمارے لئے ایک مستقل یادگار بھی بن جائے گی۔ ہم ہر سال ان درختوں کو دیکھ کر یاد کر سکتے ہیں کہ ہم نے اپنے ملک کے لئے کیا کارنامہ انجام دیا تھا۔" ناصر صاحب:
"اس سے نہ صرف ہمیں بلکہ آنے والی نسلوں کو بھی فائدہ ہوگا۔"
"لہٰذا، آیئے اس یوم آزادی کو یادگار بنائیں اور درخت لگا کر اپنے ملک کو سرسبز و شاداب بنائیں۔ یہ ہماری نسلوں کے لئے ایک قیمتی تحفہ ہوگا اور ہماری آزادی کی حقیقی معنوں میں حفاظت کرے گا۔"

بقیہ صفحہ ۱۸ کا

کارروائی تھی جس کی منصوبہ بندی اندرونی سیکورٹی ایجنسی (شن بیٹ) نے کی تھی۔

تہران میں شہادت:

بدھ، 31 جولائی 2024 کی صبح، حماس نے ایرانی دارالحکومت تہران میں اسماعیل ہنیہ کے شہید ہونے کا اعلان کیا۔ حماس نے ایک بیان میں کہا کہ تحریک کے رہنما تہران میں ان کی رہائش گاہ پر غدار صہیونیوں کے چھاپے کے نتیجے میں شہید ہو گئے۔ ایک اور بیان میں ایرانی پاسداران انقلاب نے کہا کہ "ہم تہران میں ہنیہ کی شہادت کے واقعے کے طول و عرض کا مطالعہ کر رہے ہیں اور ہم تحقیقات کے نتائج کا اعلان بعد میں کریں گے۔ ایرانی خبر رساں ایجنسی نے رپورٹ کیا کہ ہنیہ اور ان کے ایک محافظ کو تہران میں ان کی رہائش گاہ کو نشانہ بنانے کے بعد شہید کر دیا گیا۔ ہنیہ ایرانی صدر مسعود کی تقریب حلف برداری میں شرکت کے لیے تہران کے دورے پر تھے۔

آزادی کی قدر کریں

صباء شوکت

چودہ اگست ہماری آزادی کا دن ہے۔ ہم سب اس کو جوش جذبے سے مناتے ہیں۔ اب تو بہت دھوم دھام سے چودہ اگست کو منایا جاتا ہے۔ آزادی کے نام پر خوب ہلہ گلہ کیا جاتا ہے۔ اب تو خصوصی طور پر لباس بھی اس دن کی مناسبت سے تیار کیے جاتے ہیں۔ کیا بچے کیا جوان ہر کوئی اس دن کی مناسبت سے لباس پہنتا ہے۔

گھروں کو سجایا جاتا ہے۔ مگر افسوس اس بات کا ہے کہ ہم آزادی منا تو رہیں ہیں مگر ہم اس کا اصل حق ادا نہیں کر رہے !

ہم سب کیا اس بات کو بھول گئے کہ ہمیں آزادی ملی کیسے تھی؟

کیا آزادی ہمیں پلیٹ میں رکھ کر پیش کی گئی تھی، کیا اس کے لیے کوئی جہد وجہد نہیں کرنی پڑی تھی؟ جب ہم آزادی کی خوشیاں مناتے ہیں تو ہمیں پہلے اس آزادی کی تاریخ پر بھی نظر دوڑانی چاہیے! اس آزادی کی راہ اور اس کی خاطر کنتی قیمتی جانیں قربان ہوئیں ، کتنی عورتوں کی عزتیں پامال ہوئیں کتنے گھر اجڑے اور لٹے۔ مگر افسوس ہم نے تو ہر حال میں جشن منانا ہے۔ ہمیں کچھ بھی یاد نہیں ہم ایسی قوم بن چکے ہیں جس کا مقصد فقط عیش وعشرت اور عیاشی ہے باقی ہمیں کسی کام سے غرض نہیں۔

سنو!! آزاد صرف وہ شخص اور قوم ہوتی ہے جو آزادی کا حق ادا کرے۔ اور وہ یہ ہے کہ جس نے آزادی کی نعمت بخشی یعنی اللہ نے تو اس کا شکر ادا کرے اور جو ذریعہ بنا اس کا بھی۔ اللہ کے شکر کا حق یہ ہے اس کے سوا کسی کے سامنے نا جھکے اور بندوں کے احسان کو یاد رکھنے کا حق یہ ہے اس ملک اور معاشرے کے لیے مفید انسان بنے۔ نا کہ اس دن کو ناچ گا کر جشن کو آزادی منانے کا حق سمجھے۔

یہ آزاد اور محب وطن ہونے کا نہیں بلکہ غدار اور احسان فراموش ہونے کا ثبوت ہے۔ کہ ہمارے بڑوں نے اپنی جانوں کی قربانی دے کر اپنے خون سے اس گلستان کو سینچا اور ہم نے ان کے خون کی قدر نا کی۔ میری نظر میں ہر وہ شخص غدار ہے جو صرف چودہ اگست کے دن ناچ گا کر خوب ہلہ گلہ کر کے اس دن کی مناسبت سے لباس زیب تن کر کے اور جشن منا کر اس دن کو مناتا ہے مگر باقی سارا سال اس وطن کے لیے کچھ نہیں کرتا۔ اور اپنے بڑوں کی قربانیوں کو یاد نہیں رکھتا۔

اے ارضِ وطن

وابستہ ترے نام سے شاعر کا قلم ہے
اے پاک وطن تجھ سے مرے فن کا بھرم ہے
تو جنت افکار ہے پندار ارم ہے

تیرے لیے حاضر ہے شہیدوں کا ہنر بھی
تو غازیوں کے جوہر یکتا کا اثر بھی
ہاں مرکز ایثار ہے اخلاص کا گھر بھی

پھر کس کی نظر تیری جوانی کو لگی ہے
بھرپور بہاروں کی نشانی کو لگی ہے
یہ آگ تو بہتے ہوئے پانی کو لگی ہے

اقبال کی آنکھوں میں سلگتے ہوئے آنسو
دکھ قائد اعظم کو مرا کٹ گیا بازو
توحید کے فرزند ہیں بکھرے ہوئے ہر سو

تحریک عمل ہے نہ کہیں فکر بقا ہے
ماضی کی روایات سے اب کام ہی کیا ہے
بھائی بھی ہر اک بات میں بھائی سے جدا ہے

اٹھو کہ عدو شہر کی دیوار تک آیا
اک شور سا اب کوچہ و بازار تک آیا
سفاک ارادوں کا ہنر دار تک آیا

جو اس کی طرف ہاتھ اٹھے توڑ کے رکھ دو
جو تیر چلے اس کی انی موڑ کے رکھ دو
دشمن کی اگر آنکھ اٹھے پھوڑ کے رکھ دو

مانا کہ جوانی تری کانٹوں میں تلی ہے
چنتا ہوں ترا درد کہ اب آنکھ کھلی ہے
اے ارض وطن تو مرے اشکوں سے دھلی ہے

میں تیری محبت کا اثر عام کروں گا
یہ زندۂ جاوید ہنر عام کروں گا
پھر نور نظر رنگ سحر عام کروں گا

مولوی سید ممتاز علی

اسلام اور مسلمان

~عائزہ چوہدری

دنیا میں بے شمار دین کے لاتعداد پیروکار ہیں مگر ایک ایسا دین جو کچھ ہی عرصہ میں پوری دنیا میں پھیل گیا۔ جس دین نے اخوت، بھلائی، برداشت اور بھائی چارے کا درس دیا۔ بلاشبہ یہ دین اسلام ہی ہے مگر آج اسلام کے پیروکاروں کی حالت قابل رحم ہے۔ آج ہم لوگ صرف نام کے مسلمان رہ گئے ہیں۔ دنیا میں جس اسلامی معاشرے میں فساد اور بے چینی عام ہے آج کئی اسلامی ممالک غیر مسلموں کے زیراثر ہیں۔ آج مسلمان اس قابل نہیں کہ اسلام کی تشریح کر سکیں اسلام کو دنیا میں دہشت گردی کی علامت بنا دیا گیا ہے۔ اسلام کے نام پر مسلمان کو ہی قتل کیا جاتا ہے۔ ایک مسلمان دوسرے کو کافر قرار دیتا ہے۔ آپس کی اس لڑائی میں مسلمان ایک دوسرے کو بھلا چکے ہیں۔ بھائی چارے کا جو رشتہ نبی کریم خاتم النبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قائم کیا تھا وہ آج کمزور پڑ چکا ہے۔ مسلمان بس نام کے ہی مسلمان رہ گئے ہیں اور اپنا مطلب نکال کر دوسرے کو تکلیف دیتے ہیں اور اگلے کی نیکی کو بھول جاتے ہیں اور سب سے بھر کر تو وہ اس دن کو ذہن نشیں نہیں کرتے جس دن اللہ کی عدالت میں پیش ہوں گے اور بس خاموش کھڑے رہ جاہیں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی راتیں بے چین ہیں اور ان کو نیند نہیں آتی کیونکہ ان میں توبہ کی کمی ہے۔

آج دنیا میں سب سے زیادہ ظلم مسلمانوں پر ہو رہا ہے مگر کوئی اسلامی ملک مدد کے لئے قدم نہیں بڑھاتا۔ فلسطین کے مسلمانوں کی خون کی ندیاں بہائی گئیں۔ نہتے لوگوں پر بمباری کی گئی عورتوں اور بچوں پر ظلم ڈھائے گئے۔ مگر کوئی اسلامی ملک مدد کو نہ آیا۔ برما کی حالت کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے۔ بچوں کو آگ میں ڈالا گیا مگر کسی کو ان کا درد محسوس نہ ہوا۔ کیا اسلام نے یہی درس دیا ہے؟ کیا اسلام یہ کہتا ہے کہ اگر مسلمانوں تم ظلم ہوتے دیکھو تو خاموش رہنا؟ اگر تم مسلمان ہو تو جاگو اور سنو مالی امداد ہی تمام مسائل کا حل نہیں ان نہتے بھائیوں کو عملی اقدامات کی ضرورت بھی ہے مگر ان کے مسائل کسی کی نظر میں نہیں آئے۔ اقوام متحدہ ایک ادارہ تو بنا دیا گیا مگر مسلمانوں پر ہونے والے مظالم انہیں بھی نظر نہیں آتے۔ بھارت میں مسلمانوں سے ہونے والا سلوک سب کی نظر میں ہے مگر کوئی آواز نہیں اٹھاتا مغرب میں اگر ایک انسان کی بھی جان چلی جائے تو ہر طرف سوگ منایا جاتا ہے۔ مسلمانوں پر روز قیامت ٹوٹتی ہے مگر کسی حکمران کو ان کا دکھ محسوس نہیں ہوتا۔

اگر ایک اسلامی ملک ہی دوسرے کے ساتھ کھڑا نہیں ہوتا تو دوسروں سے کیا شکایت۔ آج اسلامی ممالک کے اتحاد کی ضرورت ہے۔ جب کبھی اتحاد کی بات آتی ہے تو ان کی مخالفت آڑے آجاتی ہے۔ آج مسلمانوں نے اسلامی تعلیمات کو بھلا دیا ہے۔ مگر مت بھولیے گا کہ یہی اسلام اتحاد بھی پیدا کر سکتا ہے اور ترقی کا ذریعہ بھی بن سکتا ہے اگر تعلیمات پر نیک دل سے عمل کیا جائے اور فتنہ جیسی بیماری کو ردکر دیا جائے۔

میم زہراء سے انکی بچپن سے علیک سلیک تھی، وہ در حقیقت عینی کے پڑوس میں رہا کرتی تھی اس لیے عینی اسے اچھی طرح جانتی تھی، عینی نے تب

قسط وار کہانی (ناول) 2

درِ خلد

میمونہ محمد عظیم، گھوٹکی

موقعہ کو غنیمت جان کر مہندی، سلائی اور میک اپ وغیرہ ان سے سیکھ لیا تھا اور وہ کوکنگ میں بھی ایکسپرٹ تھی، عینی کبھی کبھار کوکنگ میں بھی اس سے ہیلپ لیا کرتی تھی، دیکھا دیکھی میں عینی کی سہیلیوں کو بھی شوق چڑھا اور وہ سینٹر پر کچھ دن سلائی، مہندی اور بیوٹیشن کا کام سیکھنے لگیں مگر پھر اچانک سے زہراء کو اپنی ساس کے بلاوے پر لاہور جانا پڑا۔

آج تین سال بعد اسلام آباد آنا ہوا تو صدف، صبا اور عینی نے یکجا ہو کر ان سے ملنے کا ارادہ کیا۔ میم زہرا اب رینٹ کے گھر میں عارضی طور پر رہ رہی تھیں کیونکہ دوبارہ انہیں لاہور واپس جانا تھا۔ "تمہیں پکا پتا ہے نا صدف؟ میم کا گھر یہی ہے؟" صبا نے صدف سے پوچھا۔

ھاں یار!!! یہی ہے، مجھے اچھی طرح معلوم ہے، انہوں نے خود مجھے یہ ایڈریس بتایا اور کہا کہ گیٹ کا کلر بلیو ہے۔

"آہا!!!! بلیو کلر کا گیٹ تو صرف یہی ہے" عینی نے نظریں گھما کر چاروں طرف دیکھ کر کہا. چلیں بیل بجا کر معلوم کرتے ہیں۔ جی کون؟

"میم جی، ہم ہیں صدف، صبا اور عینی"

دروازہ کھولتے ہی میم زہراء نے انکو اپنے گلے سے لگایا اور اندر لے آئیں۔

کچھ وقت حال واحوال لینے کے بعد میم زہراء عینی کی طرف متوجہ ہوئی۔ عینی! تم بتاؤ آپکی مما کیسی ہیں؟

ٹھیک ہیں الحمدللہ۔ اور آج کل تم کیا کر رہی ہو؟ "کچھ خاص نہیں، جون جولائی کی چھٹیاں بورنگ ثابت ہو رہی ہیں"

اسکا مطلب ہے کہ کالج کے بغیر رہنا شوار ہو چکا ہے؟

"آف کورس میم""" میری تو نیند بھی پوری نہیں ہوتی" عینی نے سر جھکا کر کہا۔ سب کے قہقہے بلند ہوئے، عینی سب کے منہ دیکھتی رہ گئی۔ "اچھا تم لوگ بیٹھو میں چائے بنا کر لاتی ہوں" میم زہراء کچن کی جانب چل دی۔

"اسلام آباد جانا ہے یار! ایمرجنسی ہے" شہزاد عامر کو آفس کا کام سنبھالنے کی تاکید کرتے ہوئے بولا۔

ایسا بھی کیا کام پیش آ گیا شہزاد؟

"میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں، یقیناً تمہیں میری ضرورت ہو گی" عامر نے فکر مندی سے کہا۔

"نہیں عامر میں اکیلا جانا چاہتا ہوں" اور ویسے بھی مجھے ضروری کام کے لیے جانا پڑ رہا ہے، تم خواہ مخواہ میں بور ہی ہوں گے۔

"ٹھیک ہے یار! جیسے تم چاہو" عامر نے مایوس ہو کر کہا۔

"آج شام ہی میں نکل جاؤں گا عامر! اور ان شاءاللہ دو دن میں میری واپسی ہے" اس لیے ذرا خیال رہے میرے بعد۔

اوکے سر! اور کوئی حکم؟

شہزاد نہ چاہتے ہوئے بھی مسکرایا اور کہا بھلا تم پر کوئی حکم چلا سکتا ہے؟ اور ہاں عامر! رابطے میں رہنا۔ ٹھیک ہے یار! تم بے فکر رہو۔ شہزاد کو مطمئین کرنا عامر کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا کیونکہ وہ اسکا بچپن کا دوست تھا، شہزاد اپنے تمام مسائل اسی سے شیئر کرتا مگر یہ مسئلہ ہی کچھ ایسا تھا جو شہزاد اکیلا خود حل کرنا چاہتا تھا

بولو تمہیں کیا چاہیے؟ شہزاد کی غصے سے بھری مردانہ آواز گونج رہی تھی۔ "مجھے جو کچھ چاہیے تمہیں اچھے سے معلوم ہے" نامعلوم کال کی خوفناک آواز نے شہزاد کو مزید گھبراہٹ میں ڈال دیا۔

شہزاد کو اپنی جان کی پرواہ نہ تھی مگر ایک معصوم پری پیکر وجود "عینی" کی فکر ضرور تھی جو اسکو دن رات پریشان کر رہی تھی۔

"تم اس لڑکی کو کیسے جانتے ہو؟ پہلے تو تمہیں یہ بتانا ہوگا" شہزاد نے معلومات لینی چاہیں۔

کام کی بات کرو مجھے پچاس لاکھ چاہیئیں ورنہ وہ لڑکی۔۔۔

"بس کرو خبردار ایک لفظ بھی آگے کہا تو میں قسم اٹھا کر کہتا ہوں تمہارا خاندان جلا دوں گا"

"ھاھاھاھا دھمکیوں سے نہیں ڈرتے ہم"،

یاد رہے! تمہاری اس معشوقہ "عینی" کی ہر چال ہمارے علم میں ہے۔

شہزاد "عینی" کا نام سن کر آگ بگولہ ہوا مگر وہ فی الحال دھمکیاں دینے اور قسم اٹھانے کے علاوہ کر بھی کیا سکتا تھا۔

"اگر اتنا دم ہے تو سامنے کیوں نہیں آتے؟" شہزاد کے پاس اسکو ہرانے کے کئی طریقے تھے مگر عینی کے معاملے میں وہ بہت کمزور تھا وہ نہیں چاہتا تھا کہ ذرا سی بھی اسکو تکلیف پہنچے۔

رات کے دس بجے "شاہ فیصل" نامی ریسٹورینٹ کے قریب ایک چھوٹا اور قدیم "کارواں سرائے" ہے، ہم وہاں ملیں گے اور ہاں رقم مکمل ہونی چاہیے! یہ کہتے ہی کال کٹ گئی۔

"یہ کیسا منحوس و عجیب نمبر ہے، اس سے تو کچھ معلوم ہی نہیں ہو رہا"

شہزاد گھر میں موجود پرانا ٹیلیفون زور سے پٹختے ہوئے بولا اور رقم نکالنے کے لیے تجوری کی طرف بڑھا۔

_____ جاری ہے _____

بقیہ ۳۰ کا۔۔۔

تحریک آزادی میں میرے والد صاحب (مفتی شفیع عثمانی رحمہ اللہ) سمیت بڑے، بڑے علماء کرام نے حصہ لیا میری عمر اس وقت بارہ سال تھی اور سب کے ساتھ ھم بھی نعرہ لگایا کرتے "بن کے رہے گا پاکستان بٹ کے رہیگا ہندوستان، پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ"

میرے وطن میرے بس میں ہو تو تیری حفاظت کروں میں ایسے۔

خزاں سے تجھ کو بچا کے رکھوں بہار تجھ پہ نثار کر دوں۔

پکوان

عائشہ نعیم

لذیذ اچاری ہرا قیمہ

قیمہ آدھا کلو، باریک کٹی پیاز ایک کپ، بلینڈ کئے ہوئے ٹماٹر دو عدد، بھنا اور کٹا زیرہ ایک چائے کا چمچہ، بھنا اور کٹا دھنیا ایک چائے کا چمچہ، پسا گرم مصالحہ ایک چائے کا چمچہ، ہلدی ایک چوتھائی چائے کا چمچہ، نمک ایک چائے کا چمچہ، تیل آدھا کپ۔

ہرا مصالحہ کے اجزا: ہری مرچ دس عدد، دھنیا چار کھانے کے چمچے، ادرک دو انچ کا ٹکڑا، لہسن چھ جوے، دہی دو کھانے کے چمچے، آم کا اچار دو کھانے کے چمچے۔

ترکیب:

آدھا کلو قیمے کو گرائینڈ کئے ہوئے ہرے مصالحے سے 30 منٹ کے لئے میرینیٹ کر لیں۔ آدھا کپ تیل گرم کر کے اس میں ایک کپ باریک کٹی پیاز فرائی کریں، یہاں تک کہ وہ نرم ہو جائیں۔ پھر اس میں میرینیٹ کیا ہوا قیمہ، ایک چائے کا چمچہ نمک، 1/4 چائے کا چمچہ ہلدی اور دو عدد بلینڈ کئے ہوئے ٹماٹر شامل کر کے ڈھکیں اور دس منٹ پکائیں۔ اب اس میں ایک چائے کا چمچہ بھنا اور کٹا زیرہ، ایک چائے کا چمچہ بھنا اور کٹا دھنیا۔ ایک چائے کا چمچہ پسا گرم مصالحہ اور دو کھانے کے چمچے دہی ڈال کر اچھی طرح فرائی کریں۔ جب وہ تیار ہو جائے تو دو کھانے کے چمچے آم کا اچار ڈال کر اچھی طرح مکس کریں۔ آخر میں ایک چائے کا چمچہ ہرا دھنیا اور دس عدد ہری مرچوں سے گارنش کر کے سرو کریں۔

ام حسن

ہرا مصالحہ چکن کڑاہی

(1) چکن ایک کلو (2) لہسن کچلا ہوا دو کھانے کے چمچ (3) ادرک باریک کٹی ہوئی ایک کھانے کا چمچ (4) نمک حسب ذائقہ (5) دہی پھینٹا ہوا آدھی پیالی (6) ٹماٹر تین عدد درمیانے (7) ہری مرچیں پسی ہوئی ایک کھانے کا چمچ (8) کالی مرچ کٹی ہوئی ایک چائے کا چمچ (9) سفید زیرہ ایک کھانے کا چمچ (10) ثابت دھنیا موٹا کٹا ہوا ایک کھانے کا چمچ) ہرا دھنیا باریک کٹا ہوا آدھی گٹھی

چکن کو دھو کر چھلنی میں رکھ لیں، دہی کو پھینٹ لیں اور ٹماٹر کے قتلے کر کے رکھ لیں۔ کڑاہی میں ایک کھانے کے چمچ کوکنگ آئل میں لہسن اور چکن ڈال کر چار سے پانچ منٹ درمیانی آنچ پر بھونیں۔ ہری مرچیں، کالی مرچ، سفید زیرہ، کٹا ہوا ثابت دھنیا اور ٹماٹر کے قتلے ڈال کر ہلکی آنچ پر پکنے رکھ دیں۔ جب چکن گلنے پر آجائے تو نمک، دہی اور کوکنگ آئل ڈال کر اتنی دیر بھونیں کہ ٹماٹر اچھی طرح گل جائے اور تیل علیحدہ ہو جائے۔ آخر میں ادرک اور ہرا دھنیا چھڑک کر ہلکی آنچ پر تین سے چار منٹ دم پر رکھ دیں۔ ڈش میں نکال کر نان یا پراٹھوں کے ساتھ اس زبردست کڑاہی کا مزہ لیں۔

ذرا مسکرائیں

ایک شخص: میں نے آج ایک بڑے آدمی کی جیب کاٹی۔

دوسرا: کمال ہے... آخر کیسے؟

پہلا: میں درزی ہوں۔

ماں: منے! یہ دروازے پر گندے ہاتھوں کے نشانات تمہارے ہیں۔

بیٹا: جی نہیں امی جان! میں تو لات مار کر دروازہ کھولتا ہوں۔

بے وقوف شہری: یہ سامنے جو گائے نظر آ رہی ہے، اس کے سینگ کیوں نہیں ہیں۔

دیہاتی: سینگ نہ ہونے کی بہت سی وجوہات ہوتی ہیں، بعض کے سینگ ٹوٹ جاتے ہیں اور بعض کے ہم کاٹ دیتے ہیں، باقی رہی وہ سامنے والی گائے تو اس کے سینگ اس لیے نہیں ہیں کہ وہ گائے نہیں، گھوڑا ہے۔

استاد: بھینس کی کتنی ٹانگیں ہوتی ہیں۔

شاگرد: سر! یہ تو کوئی بے وقوف بھی بتا دے گا۔

استاد: اسی لیے تو تم سے پوچھ رہا ہوں۔

استاد: مشہور لڑائیوں کے متعلق بتاؤ۔

شاگرد: امی نے گھر کی باتیں باہر بتانے سے منع کر رکھا ہے۔

ایک شخص: کیا آپ بتا سکتے ہیں، گائے مفید ہے یا بکری۔

دوسرا: میرے خیال میں بکری مفید ہے، اس لیے کہ گائے نے ایک بار مجھے ٹکر ماری تھی.

ایک مرتبہ ایک شخص خلیفہ ہارون الرشید کے پاس آیا اور اس سے کہا، مجھے حج پر جانا ہے۔ میری امداد کریں۔ خلیفہ نے کہا، دیکھو بھائی! اگر تم صاحب نصاب ہو تو ضرور حج کرو، ورنہ حج کیوں کرتے ہو۔

یہ سن کر اس نے کہا:

"میں آپ کو بادشاہ سمجھ کر امداد طلب کرنے آیا تھا، مفتی سمجھ کر فتویٰ پوچھنے نہیں۔

استاد: پانچ پھلوں کے نام بتاؤ۔

شاگرد: تین سیب اور دو مالٹے۔

ایک شخص: یہ لڑکا تمہارا کیا لگتا ہے۔

دوسرا: یہ میرا دور کا بھائی ہے۔

پہلا: دور کے بھائی سے تمہاری کیا مراد ہے؟

دوسرا: میرے اور اس کے درمیان دس بھائیوں کا فاصلہ ہے۔

Smile